نوحۂ زندگی

مصنفہ

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی

مصنف

صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی، الزہرا، آفتاب دمشق،

ماہ عجم، جوہر قدامت، بنت الوقت، سراب مغرب، طوفان حیات

جسے

محمد عباس حسین قاری

نے دوسری مرتبہ بماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء

کتاب کو عزیزی پریس آگرہ میں اور ٹائیٹل

منشی میرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع دہلی میں چھپوا کر

دفتر تمدن بٹیا محل دہلے سے شایع کیا

علاوہ محصولڈاک

المذہب کی پالیسی

Updated 1969. اس میں ایسے مضامین درج ہوتے ہیں جن میں مذہب کی خوبیاں فلسفہ، سائنس اور دیگر علوم مروجہ کی رو سے بیان کی جاتی ہیں، اور تعصب فرقہ اور دل آزاری کی رکیک باتوں سے قطعاً احتراز کر کے خلوص کے ساتھ کوشش کیجاتی کہ جدید معلومات کی روشنی میں عقل اور نقل کو جمع کر کے انسانوں میں اعلیٰ روحانی اور اخلاقی جذبات پیدا کیے جائیں۔ محاسن وفضیلت اسلام کا ظاہر کرنا اس رسالہ کا ممتاز فرض ہے مگر دیگر مذاہب کی خوبیوں سے ہرگز ہرگز چشم پوشی نہیں کیجاتی اور جملہ ادیان وملل کیساتھ کما حقہ انصاف کیا جاتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ فیشن اور عام تفریحات کے شائق میں بعض نوجوان مبتلا ہو کر مذہب کی روحانی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں، اور اس کے نتائج ان کے خاندان اور آل اولاد پر مرتب ہوتے ہیں ان کے دلوں پر مذہب کی سچائی کی روحانی روشنی ڈالی جائے۔ اس رسالہ میں سیاسیات سے متعلق بحث نہیں کیجاتی۔

قواعد وضوابط

(۱) المذہب انگریزی مہینہ کی ۱۵۔ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) قیمت سالانہ سے (تین روپے) ششماہی عہ (ایک روپیہ بارہ آنہ)۔

(۳) ہر مذہب وملت کے بزرگوں کے ایسے مضامین جو المذہب کی پالیسی کے موافق ہیں بشکوری درج ہوتے ہیں۔

المشتہر

منیجر المذہب۔ بٹیا محل شہر دہلی

زمانہ تھا کہ تعلیم بہت کچھ ترقی کر چکی تھی جہالت کا بڑا حصہ فنا ہو گیا تھا پھول چالیسواں ۔
چوتھی چالے یہ اور اس قسم کی قریب قریب تمام رسمیں مرزا نے بند کر دی تھیں لیکن بیوہ کا
نکاح کرتے اس کے بھی ہوش باختہ ہوئے تھے حقیقی بہن گھر میں رانڈ موجود تھی اور مشکل
سے بائیس تئیس برس کی عمر ہو گی مگر اس کے نکاح کا خیال کبھی بھولے سے بھی دماغ
میں نہ آیا جوان مری ترستی گئی پھڑکتی اٹھی شعبانہ کے بعد یہ دوسرا موقعہ تھا کہ اگر شفقی تعلیم
سبق لیتے تو اس موت میں بہت کچھ تھا مگر صد آفرین مولوں پر اور رہزا ... قدیر کہ
جائی ہنس ہنس کر اور لٹک لٹک کر زمین کا پیوند کر دی اور تیوری پہ بل

(۲)

قدیر کہنے اور گننے کو تو کئی بچوں کا باپ تھا اور سمجھا جا سکتا ہے مگر د
چند مہینوں ہی کے چل دئے دو البتہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی دانت و
پانچ اور سات برس کے ہوئے نا انصافی ہو گی اگر ہم یہ کہیں کہ مسلمانوں ک
کے موافق قدیر اور اس کی بیوی فیروزہ اپنے بچوں احتشام اور حشمت کی
یاز رکھتے تھے دونوں کا پیٹ بچھا ہے خدا اس بیچاری کو کروٹ کروٹ کر د
ے کھلانے میں پلانے میں کپڑے میں لتے میں دونوں آنکھیں برابر سمجھا
بات یہ ہے کہ قدیر نے بھی اس پر اعتراض کیا کہ ناجائز سمجھا ممکن ہے۔ اس ...
ں ہو کہ حشمت سے اوپر دو بچے ضائع ہو چکے تھے اس لئے
اسلئے کہ مسلمان تھے مذہب کی وقعت رگ رگ میں تھی
حال اس لئے یا اس لئے قدیر اور فیروزہ دونوں ک
ھ بند کر کے اور وقت ہوا کی طرح گذرا اور وہ وقت آ

بیاہ کا فکر ہوا اور وہ ننھی سی جان جو کل تتلی کی طرح گھر بھر میں باتیں ملکاتی اور فقرے ڈھاتی پھرتی تھی آج جوان معلوم ہونے لگی یہ بھی عجیب وقت تھا وہی ماں باپ جو اس کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھاتے تھے اب اِس کے نکالنے کی فکر میں تھے اور یہ سہم ایسا چڑھا تھا کہ دن رات کے کسی لمحہ میں اس فکر سے آزاد نہ ہوتے تھے قدیر تو خیر مرد بچّہ تھا مگر فیروزہ کے واسطے تو حشمت مغت کی مصیبت تھی کہ جتنا وہ بڑھتی تھی یہ گھٹتی وہ موٹی یہ دُبلی وہ تیار یہ لاغر باہر نکل کر قدیر شاید دوسرے مراحل یا زندگی کی اور کشمکشوں میں بیٹی کو بھول جاتا ہو مگر گھر میں تو میاں بیوی کی گفتگو کا اکثر مقصد یہی ہوتا یہ نہ تھا کہ لڑکوں کی کمی ہو اگر سننے میں وہاں بھی اور جب بھی یہ ہی آیا اور آج بھی اور اب بھی یہ ہی سنتے ہیں کہ لڑکوں کا یہ نہیں ...دے گھر کوار کوٹ چنے پڑے ہیں لیکن یہ خیال جب بھی غلط تھا اور اب بھی وہاں بھی اور یہاں بھی کل بھی اور آج بھی بیٹیوں کو بیٹوں کی کمی نہ بیٹوں کو بیٹیوں کی حقیقتاً اس کمی کے ذمہ دار مسلمان اور مسلمانوں کا تمدن حالات نے کچھ ایسی کر وہ صورت اختیار کرلی کہ شوہر جس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ جو سلوک میں آج ایک باپ کی لڑکی سے کر رہا ہوں کل یہ ہی توقع مجھ کو اس سے رکھنے چاہیئے جو شوہر کی حیثیت میں میری لڑکی کے سامنے آیا ہے۔ اس وقت نفسانیت کے مقابلہ میں توقعات کو ختم کر دیتا ہے اور صرف اس لئے کہ ابھی لڑکی کا باپ نہیں ہوا شوہری حکومت کے زعم میں ہر جائز اور نا روا رکھتا ہے لیکن جب وقت نفسانیت کو کمزور کرتا ہوا بیٹی کا باپ بنا دیتا ہے سے کچھ اور ہی توقعات پیدا ہونی شروع ہوتی ہیں مگر ان توقعات کو شکایت کا حق ہی کیا ہے جو خود نہ کرے اس کی توقع اوروں سے ...وں کی وہ نفسانیت جس نے لڑکیوں کی مٹی پلید کر رکھی ہے

رونے کی آواز ہر طرف سے کان میں آتی ہو کہ ہائے برنہیں، کیوں نہیں۔ بربہت یہ کہو کہ ڈھنگ کا نہیں اس کے ذمہ دار ہم خود۔ مانگو جو رکھوایا اور لو جو دیا اگر تمھاری لڑکی جان رکھتی ہے تو پرائی جائی تھی کوڑے پڑی نہ تھی جس طرح یہ کلیجہ کا ٹکڑا ہے اسی طرح وہ بھی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اگر اس کو گھر کی ملکہ بنایا تو شوہر سے کیوں وقت سے توقع رکھو کہ تمھاری لڑکی بھی گھر کی ملکہ بنے اور اگر ادنیٰ سی غلطی پر زبان کا ٹانکا ٹوٹ گیا تو اس وقت دنیا کا انتظام اس بے زبان کا بدلہ لے گا اور جو زبان اس وقت خاموش اور جو آنکھیں اس وقت نم ہو کر بے لبسی اور بے کسی کی حالت میں جواب نہ دے سکیں آج وہی آنکھیں اور وہی زبان ایک دوسری صورت میں منہ توڑیں گی وہ شوہر جو اس وقت نہسایت اطمینان سے یہ سمجھ کر مجھ کو عورت پر ہر قسم کی حکومت کا حق حاصل ہے اور میری طاقت اس سے قینی افضل ہے اس کے بزرگوں کی توہین کرنا معمولی بات سمجھ رہا ہے وہ یہ بھی یقین کرے کہ میں اس وقت اس آبادی کی بنیا دو رنحیتہ رہا ہوں جس کے بستی والے مجھ کو کیا میرے باپ دادا کو بھی نہ چھوڑیں گے المختصر یہ تھے وہ اسباب جن کی وجہ سے حشمت کا کوئی پیغام قدیرا ور فیروزہ کی رائے میں مناسب نہ تھا کہیں بدمزاجی کا اندیشہ تھی جگہ لاپروائی کا ڈر۔ ایک جگہ ساس کی سختی سے فکر تھا تو دوسری جگہ نند کی زیادتی سے میں باپ اُکتا جاتا تھا تو کہیں دادا غرض جو پیغام آتا تھا وہ مسترد اور جو تجویز ہوتی تھی وہ مناسب دو سال کا عرصہ اسی چکر میں بسر ہوا۔ اور اب حشمت خاصی سولھویں سال تھی اول تو یوں ہی بدن خاصا تھا اس پر بے فکری اور آزادی وہ قد قامت اور روغن نکلا کہ فیل کی فیل معلوم ہوتی تھی اس نے اور بھی دونوں کی جان پر بنا اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ جس طرح ہو سکے جلدی کر دو بول پڑھا لڑکی

گریں یہ حالت کچھ غریب قدیرا اور بدنصیب فیروزہ ہی پر نہیں اکثر ماباپ پر گذری گذرتی ہے اور اگر یہی لیل ونہار ہیں تو گذرتی رہے گی جڑ ان تمام خرابیوں کی وہی ایک ہے یہ بیل کہیں دیواروں پر کہیں درختوں پر کہیں منڈیری پر اور کہیں چھجے پر مگر اصلیت وہی ایک لڑکے والے اس لئے کہ ان کا بیٹا ہے چاہے والد صاحب خود ایک چھوڑ سات بیٹوں کے باپ ہوں دنیا بھر کے اغماض کرنے کو موجود جوڑا چڑھاوا خاک نہ ہو مگر جہیز میں لال قلعہ بھی کم مگر کتنا اچھا ہو تاکہ شیخ صاحب اتنا بھی سوچ لیتے کہ چار دفعہ لڑکی کے باپ ہونے کی حیثیت سے بھی کام کر چکا ہوں اور ابھی تین بیٹیاں اور بچی ہیں۔

الغرض یہ وہ وقت تھا کہ مرزا کو اتنی گنجایش کا بھی موقعہ نہ رہا کہ اچھی طرح تحقیقات بھی تو کر سکتا اب یہ تقدیر سمجھو یا اتفاق کہ جوں جوں ضرورت زیادہ محسوس ہوئی توں توں پیغاموں میں کمی یہاں تک کہ سترھویں سال کے شروع ہوتے ہی تو کچھ ایسے منحوس دن آئے کہ پیغام نام کو نہ رہا وہ جو برے بھلے ناقص خراب اب تک موجود بھی تھے اب ان کے بھی لالے پڑ گئے جن سے قطعاً انکار بالکل جواب تھا قصد کیا کہ ان ہی میں سے کسی کے سر چپکیں۔ مگر اب وہ بھی نہ رہے یہ فکر کچھ اس طرح ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا کہ دونوں میاں بیوی اس کے سوا سب بھول گئے ایک رات کا ذکر ہے قدیر گرمی کے موسم میں پنجرے پڑا سوتا تھا آسمان صاف تھا چاند اور تارے چمک دمک رہے تھے کہ دفعۃً شب ماہ نے رنگ بدلا اور ابر کی نقاب سیاہ رخ روشن پر ڈالی تین بجے ہونگے کہ پانی پڑنا شروع ہوا قدیر صحن میں تھا کچی نیند میں اٹھا اندر گیا لیٹا سونا چاہا کروٹیں لیں مگر حشمت کا فکر اس طرح پیچھے لپٹا کہ لاکھ سونے کا قصد کرتا تھا کہ گر نیند مطلق نہ آتی تھی آج یہ

ر گذشتہ کی طرف لے گئی اور دل نے صدا دی کہ جس طرح دنیا عالمِ اسباب ہے
ن کی ہر حالت اسکے اپنے عمل ہیں راحت والم غرض ہر کیفیت ثمر ہیں اِن
نے بوئے اِسی مسئلہ پر غور کرتا ہوا قدیر اس وقت پر پہونچا جب حقیقی پھوپی
می بڑی سے اِس کا نکاح ٹھیرا تھا بیوہ ہو کر بے ایمان چچا کے ہاتھوں ترکہ پدری سے
رِوم کی گئی اور دیکھتے دیکھتے کچھ ایسا انقلاب ہوا کہ جس دروازہ پر گھوڑے جھولتے اور
ھی جھومتے تھے وہاں دانت کریدنے کو تنکا تک نہ رہا اور وہ اکرامی جسکے تموّل کا
لہ محلے اور کنبہ میں بیٹھا ہوا تھا شوہر کی موت سے ایک ایک پیسہ کو محتاج ہو گئی۔
رامی ایک آٹھ برس کی بچی کو لے کر رانڈ ہوئی تھی اور ابھی وہ سماں دیکھنے والی آنکھیں
دہ تھیں کہ منگنی کی پانچ من مٹھائی کے بدلے جو قدیر کے باپ نے بھیجی بہن نے سات
ن مٹھائی کا حصہ صرف دولھا کا بھیجا تھا چار ساڑھے چار سال جب تک اکرامی کا وقت
رہا عیدی بقرہ عیدی کا لین دین اسنے اِس طرح کیا کہ کنبہ بھر واہ واہ کرتا تھا مگر جب
وہر کی موت نے بدنصیب اکرامی کا تموّل افلاس سے بدلا یا تو مسلمانوں کی جماعت
نے اِس کی عزّت ذلّت سے اور اب وہی اکرامی جس میں سینکڑوں خوبیاں تھیں اسمیں
رادوں کیڑے پڑنے لگے بیوہ نے وقت کا ایک خاصا حصہ شوہر کے بعد ایسی شان سے گذار دیا
جب حالت روز بروز بدتر ہوتی گئی تو ایک روز صبح کے وقت جب وہ اپنے افکار پر غور
رہی تھی اور بہتری کی ہر توقع ختم اور کامیابی کی ہر کوشش بے سود نظر آئی اور یہ
بھا کہ جو ہاتھ اشرفیوں کے لٹانے سے کبھی نہ تھکے وہ آج پیسوں کو ترس رہے ہیں
ر جو جسم سونے روپے سے جگمگاتا رہا اس وقت اس پر ڈھنگ کا کپڑا بھی نہیں تو اسکے
صورت نظر نہ آئی کہ بیٹی کو رخصت کر ہجرت کروں شوہر کے بعد کچھ توقع بھائی سے

تھی وہ بھی نہ رہا۔ یہ پانچہزار کا زیور موجود ہے خدا دیتا تو اس میں اور کچھ بڑھاتی ار
ہے یہ ہے گو کچھ نہیں ہے مگر کیا کروں اللہ کی مرضی یہ ہی تھی اب دنیا کو چھوڑوں ا
باقی حصہ کعبۃ اللہ بھیجکر اللہ اللہ میں گذار دوں دنیا کی کمائی عمر کا اثاثہ جو کچھ ہے یہ آ
بچی مگر پرایا دھن ہے کب تک میرے کوے سے لگی بیٹھی رہے گی فراق یقینی اور جدائی
برحق ان ہی خیالات میں مستغرق تھی اور قصد ہجرت مصمم ہوتا جاتا تھا کہ بچی سامنے آگئی۔
اسکی صورت دیکھتے ہی جی بھر آیا کوٹھری میں گئی دیر تک روتی رہی باہر نکلی اسکے پاس گئی
گلے سے لگایا پھر روئی۔ دن اسی ادھیڑ بن میں اور رات اسی جھگاڑ میں سوتے جاگتے
بسر ہوئی۔ علی الصباح اُٹھی تو گھر کا دروازہ کھلا اور کوٹھری کا قفل ٹوٹا چوری ہوئی اور ر
ایسی کہ تنکا تنکا ظالم جھاڑو دے کر لے گئے یہ دھاکا ایسا بیٹھا کہ اکرامی مردہ ہوگئی توقعات
کا خاتمہ پہلے ہی ہو چکا تھا اور پہاڑ سی عمر کا ہر جز ناامیدی کے کانٹوں سے پٹا پڑا تھا۔
قدرے قلیل اطمینان وہ بھی اب چند روز سے اگر کوئی امید تھی تو بچی کی وداع اور
اور اپنی ہجرت آج وہ بھی فنا ہوئی کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئی تین دن اور تین رات اس کثرت سے
روئی اور درد سے بیٹی ہے کہ سُننے والوں کے دل دہلتے تھے دن کے دس بجے ہونگے
کہ اکرامی بھتیجے کے گھر میں داخل ہوئی حسرت اُس کی صورت سے انقلاب اس کی
حالت سے عبرت اُسکی کیفیت سے اور قدرت اس کی ہیئت سے ظاہر ہو رہی تھی ہلکی
پھول دو بالیاں اسکے کانوں میں میلے چکٹ کپڑے اسکے بدن پر پرانی دھرانی جو ز
اسکے پاؤں میں۔ اسکی آنکھ میں آنسو تھے اس کے دل میں درد تھا اس کے لب د
آہ تھی افسردہ اُتری آزردہ بڑھی اور مردہ سامنے آئی قدیر کھانا کھا رہا تھا کہ بہ
نے کہا :-

بیٹا تم نے چوری کا حال سُنا ہوگا یہ میری تقدیر کا لکھا تھا خدا اپنی قدرت کے تماشے دکھا رہا ہے
تمام عمر دنیا کے دہندوں اور رنجوں میں بسر ہوئی اب خواہش ہے کہ یہ باقی وقت کعبۃ اللہ میں
گذار دوں مقدر نے پاسہ پلٹ کر راحت کو مصیبت سے بدل دیا جو تھوڑا بہت سہارا
باقی تھا وہ بھی نہ رہا ایک عورت کے دل پر مجھ جیسے شوہر کی موت جس نے آخری وقت
بھی بیوی کی تسبیح جپی اور تمھارے چچا جیسے بھائی کی بیوفائی جسنے ایک ماں کے پیٹ میں پاؤں
پھیلا کر محض چند روزہ زندگی اور فانی دولت کے واسطے ما اور باپ دونوں کی پاک
روحوں کو اُلٹی چھری سے یہ کہکر ذبح کر دیا کہ یہ میرے باپ کی اولاد نہیں دو صدمے
کچھ کم نہیں مگر بے غیرت ہوں میں خود اور بے حیا میری زندگی کہ اب تک جیتی ہوں اور
مصیبتیں بھگت رہی ہوں مجھے یقین ہے کہ اگر آج چھوٹے بھائی جان یعنی تمھارے
ابا زندہ ہوتے تو بدنصیب پھوپی یہ دن نہ دیکھتی خدا تمھاری عمر دراز کرے میری وارث
ایک ایک کرکے قبروں میں جا سوئے اور اب تمھارے سوا کوئی اتنا نہیں کہ میری بپتا
دور کردے دل تڑپ رہا ہے آنکھیں رو رہی ہیں مگر مرنے والوں کے واسطے نہیں جنکے
محبت جھوٹی تھی رہنے والے کے لئے جس کا تعلق ابدی اور محبت پائدار
ہوں کہ پچھی کی زنجیر پاؤں میں ہے قدیر میاں اپنی امانت لو اور بیوہ پھوپی
م رکھکر اس کو چھٹکارا دو۔

ذکر اکرامی کی کیفیت زیادہ بگڑی اس کی آواز تھرا گئی اس کا گلا گھٹنے لگا
پلے دوپٹہ سے منہ ڈھانک لیا اور ہچکی بندھ گئی۔ قدیر کی آنکھیں جن کا کام یہ تھا
عورت کی مصیبت پر خون کے آنسو گراتیں خاموش تھیں بھتیجے کے ہاتھ جنکا
مالہ مصیبت ماری پھوپی کے زخم پر تسکین کا پھایا رکھتے اکڑ گئے اور حد

معقول جواب تھا۔ ماما تو اکرامی تھوڑی دیر اور بیٹھ ایک ٹھنڈا سانس بھر اُلٹی چلی گئی۔

آج قدیر کو معلوم ہوا کہ اس کی خاموشی نے جو کھلا ہوا انکار اُس کے تامل سے جو یقینی جواب تھا غریب پھوپی کے دل پر کیا بجلی گرائی ہو گی وہ اُس وقت تھرا اُٹھا اس زخم پر نمک یہ تھا کہ اکرامی مر چکی تھی اور اتنا موقع بھی نہ تھا کہ اس کے قدموں پر گر کر یا سینہ سے لپٹ کر معافی مانگ لیتا وہ اسی طرح بیٹھا اپنے اس فعل پر افسوس اور اپنے اوپر ملامت کر رہا تھا کہ شب سیاہ نے روز روشن سے بغلگیر ہونے کو اپنے ہاتھ بڑھائے پو پھٹنی شروع ہوئی اور قدیر نماز کے واسطے مسجد میں گیا۔

(۳)

ڈھائی کیا پورے تین سوا تین سال ورگذرے اس عرصہ میں اگر قدیر بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہوجاتا تو یہ انسانی فطرت تھی کہ وہ اپنے اس رکیک فعل اور لغو حرکت کو بھول بسر جاتا لیکن ناکامی میں وہ خیال رہ رہ کر وہ اذیت دیتا اور تھم تھم کر کلیجہ برماتا اب نوبت یہاں تک پہونچ چکی تھی کہ دونوں میاں بیوی بالکل تیار تھے کہ اگر جھوٹے موٹ بھی کوئی آکر پیغام دے تو سچ مچ ہاں کرلیں۔ مگر بیوہ کا دل جس کو قدیر نے بیدردی سے ٹھکرایا پھوپی کی خواہشیں جن کو بھتیجے نے سنگدلی سے مسلا کچھ وقعت رکھتی تھیں دنیا کی نگاہ میں نہیں قدرت کی ورفانی طاقت کی نہیں ازلی حکومت کے اسی کا نتیجہ تھا کہ قدیر کا بیشتر وقت اس بے چینی اور کوفت میں گذرا کہ آنکھوں سے تو نہیں مگر جہرہ سے ہر وقت روتا اور بسورتا تھا اُنیسویں سال بچی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا اور ایک پیغام آیا۔ صاحبزادہ صاحب چالیس برس کے آدمی اور تھانہ دار تھے ایک بیوہ چار بچے موجود تھے مگر شکایت یہ تھی کہ بیوی اکثر بیمار رہتی ہیں قدیر کی مجبوری

تھانہ دار صاحب کی ضرورت دونوں ہماری آنکھ کے سامنے ہیں تھانہ دار صاحب عقد ثانی کے مجاز تھے اور کس کی طاقت تھی کہ ان کو یا لڑکی والوں کو روک لیتا لیکن افسوس یہ ہے عذر اس قدر نامعقول اور ایسا لغو تھا کہ تھانہ دار صاحب کے مسلمان ہونے سے اسلام کی کچھ تھوڑی سی بدنامی ہی ہوئی بیوی کی علالت اختیاری نہ تھی علاوہ ازیں ضیق النفس موروثی مرض اور پرانی بیماری تھی لڑکی والوں نے صاف صاف کہہ یا اور اچھی طرح جتا دیا تھا اُس وقت تو سب باتیں منظور کرلیں لیکن جب ترقی عمر کے ساتھ مرض بھی بڑھا اور آثار جوانی کے ساتھ صحت بھی کمزور ہونی شروع ہوئی تو عقد ثانی کی سوجھی مگر تھانہ دار سے بہت زیادہ اس عقد کی ذمہ داری قدیر پر آتی ہے خصوصاً ان حالات میں کہ بیوہ کا نکاح اس کے ہاں روز محشر سے کم نہ تھا یہ صحیح کہ عمر زیادہ ہو گئی تھی مگر اس طرح کوئیں میں ڈھکیلنے کی ضرورت کیا تھی اب نہ ہوتی برس بھر بعد ہوتی۔ ہشت تو آدمی کا بچہ اور اچھی صورت کی لڑکی تھی ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ اندھی لنگڑی۔ لولی۔ کانڑی۔ سب ہی کھپی چلی جا رہی ہیں آج تک ہم نے تو کہیں نہ سنا کہ فلاں عورت اس لئے کہ کالی تھی یا کانڑی اور اندھی تھی یا بھینگی اسّی برس کی عمر میں اس لئے کواری مری کہ بر نصیب نہ ہوا مگر قدیر کی آنکھوں پر اور ساتھ ہی اس کی بیوی فیروزہ کے کچھ ایسے پردے پڑے ہوئے تھے کہ پیغام امرت اور مشاطہ غنیمت ہو گئی۔ دن مقرر ہوا تاریخ ٹھیری اور بلاوے پھرے۔

نکاح سے ایک روز قبل کا ذکر ہے۔ سا چق دھوم دھام سے آئی ہوئی تھی بیاں اٹا ٹٹ بھری ہوئی تھیں۔ بچے کچے چاروں طرف اُچھل کود رہے تھے گھر بازار ایک ہو رہا تھا۔ [illegible] جہاں [illegible] راجو دو بچوں کو لے کر بیوہ ہوئی تھی سیر دیکھنے کیواسطے اپنے کمرہ سے

باہر آئی اور یہ کہنا مشکل ہے کہ اس تماشہ میں محو ہو کر یا خون کے جوش سے متاثر ہو کر
وہ اپنی حیثیت اور خاندانی آن بالکل بھول گئی اور بڑھتے بڑھتے اس موقعہ پر پہونچ گئی
جہاں سات سہاگنیں دُلہن کو چڑھاوا چڑھا رہی تھیں دفعتہً فیروزہ کی نظر نند پر پڑی اور صورت
دیکھتے ہی ایسی آپے سے باہر ہوئی کہ باوجود نہایت معقول عورت ہونے کے شرافت اور
انسانیت سب ہاتھ سے کھو بیٹھی اور یہ پورا یقین ہو گیا کہ جہاں آرا محض اپنی عداوت کی
وجہ سے اس جلسہ میں صرف اس لئے آکر شریک ہوئی کہ زیور کو ہاتھ لگا کر حشمت کو بھی بیوہ کر دے
اس یقین کے بعد کیا کسر تھی کلھاریوں کی طرح اُٹھی اور مردوں کی مانند کفن پھاڑ کر لولی ننھیال آپا
غضب خدا کا یہ کیا ستم ڈھایا ایسی بھائی بھاوج سے دشمنی اور بھتیجی سے عداوت تھی تو زہر دیدیا
ہوتا ہٹو یہاں سے خبردار جو زیور کو ہاتھ لگایا یا کپڑوں کو چھوا۔

جہاں آرا کو اس وقت اپنی بیوگی کا احساس ہوا جس قدر مہمان جمع تھے ان میں
ایک بھی ایسا نہ تھا کہ اسکی بے گناہی کو تسلیم کر لیتا ہر عورت فیروزہ کے ساتھ اس کی ہاں
میں ہاں ملا رہی تھی اور کہتی تھی ایسی ڈاین پھوپی اور ناگن بہن آج تک دیکھی نہ سُنی اول تو
یہ غضب کہ شگون کے وقت اپنا چہرہ دکھانا اس پر یہ ستم کہ سہاگنوں میں آملیں دونوں پر طرہ یہ
کہ دیکھ بھال کر اور سمجھ بوجھ کر زیور کو ہاتھ لگایا کہ توبہ توبہ لڑکی رانڈ ہو جائے۔ واردات کی خبر
نذیر کو بھی پہونچی اور تعجب یہ ہے کہ وہ بھی اس معاملہ میں کم بخت بیوی کا ہمنوا نکلا اور یہ وہ وقت
تھا کہ آدھی رات کو ایک بیوہ عورت حقیقی بھتیجی کی شادی میں ایسی سنگین خطاؤں کی ملزم تھی
تمام مہمان اور بھائی بھاوج اس کے برخلاف تھے اور چاروں طرف سے بوچھاڑ اور لعن
طعن پڑ رہی تھی جہاں آرا کی زبان خاموش تھی مگر اس کی آنکھیں اپنی بے گناہی کا عذر کر رہی
تھیں وہ ایک ایک کی طرف دیکھتی تھی مگر کوئی اتنا نہ تھا کہ اس کی حمایت میں ایک

کہدیتا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پکڑ دالان سے باہر نکال دیا۔ یہاں بھی بیویوں کا ٹھٹ کا ٹھٹ اس کے چوگرد جمع تھا اس کی آنکھیں نیچی تھیں اور وہ جی میں کہہ رہی تھی کہ زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں قدیر کے منہ میں فیروزہ کے دل میں بیویوں کی زبان پر جو جو کچھ آیا کسی نے کہنے میں کسر نہ چھوڑی چوری چوری کے بعد بھی اس قدر شرمسار ایسا ذلیل اور اس قدر نادم نہ ہوگا جس قدر جہاں آرا اس وقت اپنے فعل سے تھی چاہتی تھی کہ کسی طرح آنکھ بچا کر نظر چرا کر کمرہ میں گھس جاؤں اور ایسی بیٹھوں کہ عمر بھر نہ نکلوں مگر ندامت اس درجہ سر پر سوار تھی کہ قدم نہ اٹھتا تھا۔

بھائی یا بھاوج اس حالت کو تو کیا محسوس کرتے بھاوج نے چل کر آخر یہ کہا اب تو خدا کے واسطے غارت ہوا اور اپنی میں گھسو خدا خیر رکھے اور دونوں دولہا دلہن اس کی حفاظت میں رہیں۔

اس وقت فیروزہ کا یہ کہنا جہاں آرا کو غنیمت ہوگیا وہ اپنی کوٹھری میں گئی اور اندر سے کنڈی لگا دونوں بچوں کو لے ایسی بیٹھی کہ دوپہر کو نکاح ہوگیا مگر وہ خود نکلی نہ کسی نے بلایا شادیاں بیسیوں دیکھیں اور سینکڑوں ہزاروں سنیں مگر یہ اندھیر دیکھا نہ سنا کہ حقیقی بھتیجی کی شادی میں پھوپی صرف اس لئے کہ بیوہ ہے دلہن کے پاس آ کر نہ پھٹکے اور دولہا کو دیکھے تک نہیں فیروزہ نے جس وقت بھاوج کو دالان سے نکال کر اپنی سنگدلی کا اظہار کیا اور قدیر نے بھائی بن کر قصائی کو مات کیا اس وقت کمزور کی حمایت میں گو کوئی طاقت ظہور کرنے والی نہ تھی لیکن نظام عالم جس وقت سے کام کر رہا ہے اس کی آنکھ کے سامنے فیروزہ قدیر [illegible] جہاں آرا تینوں تھے دن کے گیارہ بجے نکاح ہوا اور دو بجے کے قریب اس [illegible] رخصت [illegible] روانگی کا وقت آیا جو آج تک کے واسطے ماں اور باپ دونوں کی [illegible] تھی

اِس وقت ماں کے سامنے بچی جوان نہیں وہی کل کی چھیٹرا تھی پیدایش سے لیکر اسوقت تک کی تمام کیفیتیں دل پر طاری تھیں کبھی اس کی پیدایش کبھی بچپن کبھی اس کا غصہ اور کبھی اس کا بھولپن غرض عمر گذشتہ کی تمام تصویریں ہر ہر پہلو سے آنکھ کے سامنے گذر رہی تھیں۔ اِن سب کے ساتھ ہی کبھی اپنا غصہ کبھی اپنی خفگی کبھی اپنی سختی اور کبھی تیزی فیروزہ کے دل پر کچوکے لگا رہے تھے پالکی آکر لگی اور اس کے ساتھ ہی فیروزہ کی آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو کی جھڑیاں بہنے لگیں اور جس وقت یہ خیال آیا کہ اب میں کہاں اور حشمت کہاں۔ اِس کا آب و دانہ بس آج تک کا مستقل طور پر تھا اب تو مہمانوں کی طرح آئی جو تقدیر کا ہوا کھا پی چلدی اِس وقت دل تھرتھرانے لگا دلہن کی سواری کا وقت آیا ہرچند کوشش کی کہ ضبط سے کام لے اور ہنسی خوشی رخصت کر دے مگر مامتا اور اُنیس سال کی محنت سر پر ہاتھ پھیرتے ہی بیتاب ہوگئی مگر یہ وہ وقت تھا جسکے ارمان نے جان پر بنا دی تھی۔ بہ مشکل تمام الگ ہوئی اور بیٹی کو رخصت کیا۔

(۴)

ہونے کو تو پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ برس کے دولھا نظر آئے ہیں تھانہ دار صاحب تو چالیس ہی برس کے تھے مگر تعجب اور افسوس اس امر کا ہے کہ خود تو بیوی کے ضیق النفس میں دوسرے نکاح پر آمادہ ہوگئے۔ ہوئے کیا کر لیا اور اپنے درد دل کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہ کی۔

قدیر نے جس وقت بیوہ بہن اور فیروزہ نے جس وقت رانڈ نند کو اپنی دولت اور طاقت کے زعم میں مجمع عام میں ذلیل و رسوا کر اس دالان سے باہر نکالا ہے جہاں

بیوہ کے سوا ہر عورت کے داخلہ کا حکم تھا اس وقت جہاں آرا کے دل پر کیا گذری یہ تو وہ جانے یا اُس کا خدا مگر اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ زہیر کے دل کی وہ آہ تھی جسنے بارہا عرش کے کنگورے ہلا دئے۔ بیوہ کی آہ کا دھواں کلیجہ سے اُٹھا منہ سے نکلا اور عرش معلّٰی پر پڑھیرا اگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھائی بہن کے تعلقات آسمان زمین کا فرق رکھتے ہیں قدیر نے ذلیل کیا رسوا کیا وہ کیا جو کر سکتا تھا اور کرتا جو ممکن تھا لیکن جہاں آرا اس ذلت و رسوائی کے بعد بھی بھائی یا بھائی کے گھر اور بچوں کی بربادی کی خواہش مند نہ تھی لیکن خدا معلوم کیا ہوا اور کیونکر ہوا مگر ہوا یہ کہ حشمت کی وداع کے بعد جب مہمان بھی رخصت ہوئے تو صرف گھر کا بچھونا اور دری چاندنیوں پر سالن کے چکتے بکھرے ہوئے چاول اور بھیلی ہوئی چھالیہ شادی کا پتہ دے رہے تھے سوداگر کی نیند گھوڑا بیچنے کے بعد اور ماں کی بیٹی بیاہنے کے بعد مشہور ہے فیروزہ تین دن اور رات کی تھکی ہاری پلک سے پلک نہ جھپکی تھی پٹاری پر سر رکھ لیٹی تھی کہ آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ زندہ بیویوں کے بجائے ان عورتوں کا مجمع ہے جو دنیا سے رخصت ہو چکیں ماں نانی، دادی، خالہ، ساس، ننہیا ساس۔ ددھیا ساس سب موجود ہیں گھر بھی اپنا نہیں کوئی اور۔ اور لباس بھی یہ نہیں سفید براق جہاں آرا میلے چکٹ کپڑے پہنے بیچ میں خاموش بیٹھی ہے۔ فیروزہ مدتوں کی بچھڑی اور عرصہ کی چھوٹی بزرگوں کی صورتیں دیکھ کر نہال ہو گئی چاہتی تھی کہ آگے بڑھ کر ساس کے قدم چومے کہ ایک عورت نے اس کو پکڑ کر ایسا دھکا دیا کہ پیچھے گر پڑی اٹھی خاموش کھڑی ہو گئی متعجب تھی کہ معاملہ اور متحیر تھی کہ بات ہے کیا اور یہ ایسا کیا مشورہ اور صورت ہے کہ مجھے اندر نہیں جانے دیتے ساس روتی اُٹھی جہاں آرا کو گلے لگایا اور کہا:۔

ظالم قدیر اور سنگدل فیروزہ نے جو سلوک تیرے ساتھ کیا اس کے دیکھنے

والے تو اور تیرے دنیا والے ہی نہیں کچھ ہستیاں عالم بالا کی بھی تھیں عرش تھرا گیا آسمان لرزا فرشتے کانپ گئے حوریں کپکپائیں تیری اس نگاہ پر جو حالت یاس و ناامیدی میں بھائی کے چہرہ پر خاموش پڑی شقی القلب قدیر اندھا تھا کہ اس نظر کی قیمت نہ دی اس نگاہ کی وقعت نہ کی اگر جفاکار اس وقت کو یاد رکھتا جب موت مجھ مامتا کی ماری ماں کو تجھ جیسی فرماں بردار بیٹی سے جدا کر رہی تھی اور میں نے تجھ کو اس کے سپرد کر تیرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور یہ لفظ کہے کہ رانڈ بہن مرنیوالی ماں کی امانت تیرے سپرد ہے۔ اگر کم بخت فیروزہ وہ منظر نہ بھولتی جب ساس کی پرواز روح کا وقت آیا اور اس نے اس کو پاس بلا کر گلے سے لگایا اور رو کر کہا ساس کی موت آج نند کی تمام ذمہ داری تمھارے سر کہتی ہو جہاں آرا نند نہیں ساس کی یادگار ہے اس کا دل اور آنکھ میلی نہ ہو تو آج یہ وقت نہ آتا کہ مرنے والے تیرے زخم کی عیادت کو آتے

میری تعلیم ہمیشہ قدیر کو یہ رہی کہ اعمال انسانی وہ بیج ہیں جن کے ثمر دنیا اور اور آخرت میں آدمی کو بھگتنے اور چکھنے ضروری ہیں اور لازمی افسوس بیوقوف اس تعلیم کو بھول گیا اور ایسا بیج ڈالا جس کے پھل کلیجہ توڑ دیں گے جس کا ذائقہ موت کا مزا چکھا دے گا۔ ساس آنا کھ کر اس قدر روئی کہ ہچکی بندھ گئی بیٹی ماں کے کلیجے سے لپٹی ہوئی تھی ادھر یہ دونوں اُدھر وہ سب بیویاں جو ساتھ تھیں زار و قطار آنسو بہا رہی تھیں قدیر کی دادی نے ماں بیٹیوں کو الگ کیا اور کہا دونو صبر کرو اور دعا کہ خدا ظالم قدیر اور تھم فیروزہ کا انجام بخیر کرے!!

اسکے الگ ہوتے ہی فیروزہ نے وہ خوفناک سماں دیکھا کہ تھر[illegible]

دیکھتی ہے کہ نند کے سینہ سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں قدیر اور فیروزہ وہ آگ پھونک پھونک کر بھڑکا رہے ہیں دھواں اُٹھ اُٹھ کر آسماں کی طرف جا رہا ہے اور سب عورتیں الگ کھڑی اللہ اللہ کر رہی ہیں قدیر کی ماں کی نظر ہو پڑی غصہ سے مسکرائی اور کہا :۔

بیوہ کی آہ میں اس آہ کی آگ میں اس آگ کے دھوئیں میں جو دونوں میاں بیوی نے ہنس ہنس کر اور کھل کھل کر سلگائی اور بھڑکائی خدا کا غضب اور قہر پوشیدہ ہے ۔ ہوا اس دھوئیں کو برباد نہیں کر رہی ہے فرشتے اسکو گود میں اور حوریں اس کو سینہ سے لگا رہی ہیں زبان نے الفاظ کو چھری بنا کر رانڈ بہن کا زخم کیا زخم کی اذیت آہ میں تبدیل ہوئی آہ کا دھواں اُس مالک کے حضور میں حاضر ہوا جو ظالم اور مظلوم دونوں کا مالک ہے یہ وہاں پہونچکر فنا ہونے اور مٹ جانے والا نہیں ایک دوسری صورت اختیار کرے گا اور خدا کا قہر بن کر اس طرح نازل ہوگا کہ کلیجہ مسوس کر رہجا ئیگی۔ فیروزہ بیوی کی آگ بھڑکا چکی اب اپنی آگ ٹھنڈی کرا اور یقین کر یہ دھواں خالی جانے والا نہیں رنگ لانے والا اور مصیبت ڈھانے والا ہے ۔"

فیروزہ بیٹی وداع کر کے سوئی تھی اور یہ وہ نیند تھی کہ دوپہر کی سوئی سوئی دوسرے روز صبح کو بھی اُٹھتی تو تعجب نہ تھا مگر آنکھ لگتے ہی ایک دوسری دنیا میں تھی ساس نے اتنا کہکر جہاں آرا کو کلیجہ سے لگایا اور وہ تمام گروہ ایک ایک کر کے آنکھ سے اوجھل ہونا شروع ہوا اور آناً فاناً سب چلدئے اس منظر کا ختم ہونا تھا کہ فیروزہ گھبرا کر اُٹھی ہیبت اسقدر طاری تھی کہ بدن تھر تھر کانپ رہا تھا ۔ بات کرتی تھی تو بولا نہ جاتا تھا اسی حالت میں دوج کے کمرہ کی طرف چلی کہ قصور معاف کراؤں کمرہ بند تھا آوازیں دیں

کنڈی کھٹکھٹائی کواڑ پیٹے مگر نہ معلوم جہاں آرا کو کیا سانپ سونگھ گیا تھا کہ اس شور محشر پر بھی اندر سے سانس کی آواز تک نہ تھی میاں کو بلوایا اور مجبور دروازہ کی چول اتروائی۔

(۵)

جب قدیرا اور فیروزہ نے بدنصیب جہاں آرا کو مجمع عام میں ذلیل کیا اور بھائی نے بہن کا ہاتھ پکڑ باہر نکالا اس وقت ایک حسرت بھری نظر مظلوم نے بھائی کے چہرہ پر ڈالی زبان سے کچھ نہ کہا مگر اس کی حالت باواز بلند کہہ رہی تھی کہ شوہر کی موت اختیاری نہیں مجبوری تھی۔ میرا دخل اس میں نہیں بیوگی میرا قصور نہیں قدرت کا انتظام ہے۔ جس کے سامنے میں نے سر تسلیم خم کیا مگر جب دونو میاں بیوی کے پتھر دل نہ پسیجے اور جہاں آرا برابر کی سہیلیوں عزیزوں اور ہم چشموں میں اس درجہ رسوا ہوئی تو اس نے کوٹھری میں پہونچ کر دونوں بچوں کو اندر لے دروازہ بند کر لیا۔ اس وقت اس کے دل پر عجیب کیفیت گذر رہی تھی اور وہ خواہشمند تھی کہ اب اپنا شرمندہ چہرہ ان عزیزوں کو عمر بھر نہ دکھاؤں دل ہی دل میں سوچتی اور باتیں کرتی تھی کہ اتنا قصور ضرور ہوا کہ حشمت کو دلہن بنا دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی بھائی کی اولاد اور اپنی اولاد میں فرق نہیں ہوتا میری گودیوں میں کھیلی میرے بچھونوں پر سوئی مگر مجھے خیال نہ رہا کہ بیوہ ہوں میرا سہاگ چھن گیا میرا وارث اٹھ گیا میں اس قابل نہ رہی کہ سہاگنوں میں کھڑی ہوں شوہر والیوں کے برابر پہونچوں مگر یہ میرے اختیار کی بات نہ تھی موت اور زندگی خدا کے اختیار کی بات ہے میرے ہاتھ لگانے سے میرا سایہ پڑنے سے میرے شریک ہونے سے حشمت تو بہ توبہ رانڈ ہو گی مجھے ذلت کا کم رسوائی کا تھوڑا مگر اس کا کہ بھائی بھاوج دونوں نے سمجھا اور یقین کیا کہ جان بوجھ کر اس

گئی کہ میرے منہ میں خاک حشمت کا دولہا نہ رہے۔ دلوں کا حال خدا کے سوا جاننے والا کوئی نہیں وہی جانتا ہے کہ بھولے سے چلی گئی میں بیوہ سہی مگر ایسی نابنجار نہیں ہوں کہ بھتیجی کی بیوگی کی تمنی ہوں جس روز سے پیدا ہوئی آج تک بھائی کو جواب نہ دیا ترکہ کا جھگڑا کرایہ کا حساب گاؤں کی آمدنی آخر میرا بھی تو کچھ حق ہے لیکن اس وقت تک زبان پر نہ لائی مالک ہو کے نوکروں کی طرح اور بہن ہو کر لونڈیوں کی مانند رہی اس دن کو کہ تمام کنبہ اور برادری محلّے اور خاندان میں بھائی بھاوج کتے کی طرح مجھ کو محفل سے نکال دیں لعنت ہے مجھ پر اگر میں اپنی صورت بھائی بھاوج کو دکھاؤں افسوس ہے مجھ پر اگر یہ منہ لے کر پھر عزیزوں سے بات کروں موت اس زندگی سے اور خودکشی ایسی راحت سے بہتر اور افضل مگر بچوں کی کیسی مٹی پلید ہوگی جس بھائی نے دم بھر میں میری آبرو اس طرح برباد کی اس سے یہ توقع کہ وہ میرے بچوں کو کلیجہ سے لگا کر رکھے غلط بھاوج جس نے مجھ ننّد پر یہ ستم توڑا بھانجا بھانجی کو تو کتے کے ٹھیکرے میں پانی پلاوے گی مگر کیسا بھائی اور کس کی بھاوج سب سے بہتر پرورش کرنے والا وہی مالک ہے جس نے پیدا کیا جس نے اتنا بڑا کیا جو سب کا وارث ہے وہی پرورش کریگا۔ اتنا کہہ کر جہاں آرا نے دونوں بچوں کو پاس بلایا ان کو کلیجہ سے لگایا سر پر ہاتھ پھیر دی اور اتنا کہہ کر منہ پھیر لیا پیارے بچوں خدا کے سپرد کیا۔

یہ کہہ کر اور کچھ سوچ کر جہاں آرا کے خیالات نے پھر کچھ پلٹا کھایا وہ دوزانو ہو کر بیٹھی اس نے [illegible] ہاتھ اُٹھائے اور کہا۔ مجھ کو معلوم ہے کہ خودکشی گناہ کبیرہ مجھ کو علم [illegible] مین دل کی حالت اس درجہ کو پہونچ گئی کہ جان جیسی پیاری چیز اور بچوں [illegible] یہ دولت وہ زندگی کا سرمایہ کلیجہ کے ٹکڑے قربان کرتی ہوں۔

انسان ہوں پہلو میں دل اور دل میں ارمان ہے صاحب اولاد ہوں جن بچوں کے بیاہ کا ارمان تھا جن کو رات رات بھر کندھے سے لگائے ٹہلی ہوں جن گوشت کے لوتھڑوں کو پاپڑ بیل کر اور مصیبت کاٹ کر کسی قابل کیا ہے آج ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتی ہوں شوہر کو زہر میں نے نہیں دیا اگر اس کی موت جرم ہے تو اس کی قاتل میں نہیں مگر اس بیوگی نے جو دن مجھ کو دکھایا خدا دشمن کو دکھائے حقیقی بھائی کے گھر پر سگی بھاوج کے ہاتھوں جو ذلت میری ہوئی تجھ سے پوشیدہ نہیں اور اب کہتی ہوں اور آواز سے کہتی ہوں تجھ کو سنا کر کہتی ہوں کہ اس دنیا کے اندر ان مسلمانوں میں رہ کر اس کے بعد خودکشی جائز اور بچوں کا قتل روا وہ فیصلہ تیرا اور یہ میرا۔ عزت ایک شے ہے جس کے ساتھ زندگی بامعنی اور دنیا قابل لطف لیکن اس کو کھو کر انسان بالعموم اور عورت بالخصوص اشرف المخلوق نہیں، ارزل مخلوق بلکہ اس سے بھی خراب کتے سے بدتر۔

جہاں آرا کی تیوری پر اب تک خدا کے حضور میں بل تھا مگر کچھ سوچتے ہی سوچتے وہ سجدہ میں گری اور کہا:۔

یہ واقعہ کا اثر اور دل کی بھڑاس تھی معافی کی طالب اور عفو کی خواستگار ہوں۔ تو آقا میں کنیز تو مالک میں لونڈی تیرا فیصلہ سچا میری رائے غلط لیکن زندگی اب وبال اور بچے اب مصیبت ہیں جس دنیا نے مجھ ماسے بے اعتنائی کی جن عزیزوں نے مجھ بے گناہ کو ایسی سنگین سزا دی جن پیاروں نے مجھ کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی وہ ان یتیم بچوں کی خاک تک برباد کر دیں گے۔

اب جہاں آرا اُٹھ بیٹھی اس نے قلم دوات پاس رکھ کر کچھ لکھا اور صندوقچہ ... فیون نکالی دونوں بچوں کو کلیجہ سے لگایا اور ان کو افیم کھلا کر بڑا سا انٹا خود کھایا اور د...

دونوں کو لٹا کر آپ بیچ میں اس طرح لیٹی کہ ایک ہاتھ ایک سینہ پر اور دوسرا دوسرے کے۔

قدیر بچی کی وداع اور فرض سے سبکدوش ہونے پر نہال نہال تھا فیروزہ لڑکی کی مفارقت سے افسردہ تو ضرور تھی مگر اس خیال سے کہ حشمت اپنے گھر بار کی ہوئی باغ باغ تھی بھائی کے گھر میں شادی رچ رہی تھی مہمان کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے اور رانڈ بہن یہ ہی نہیں کہ خود مر رہی ہو بلکہ حالت نزاع میں پہلو سے دو لال دم توڑتے دیکھ رہی تھی۔ اپنی تکلیف اُس وقت بھی گر د تھی معصوم بچے سر اور ہاتھ دیدے ٹیکتے تھے اِن کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگاتی تھی ان کے سر اپنے سینہ پر رکھتی تھی اور جس طرح رات کے وقت تھپک تھپک کر لوریاں دی تھیں اسی طرح اس وقت ان کو ابدی نیند سلا رہی تھی اسی حالت میں بڑے بچے نے پانی مانگا اور ساتھ ہی چھوٹے نے ہائے کی خاموشی کی کے ساتھ دونوں کے ساتھ منہ بند کر دئے۔

کلیجہ کٹ رہا تھا گھونسے مارتی تھی اور بچوں کو چمکارتی تھی باری باری دونوں بچوں نے بیوہ ماں کی آنکھوں کے سامنے دم توڑا اب جہاں آرا میں خود بھی اُٹھنے کی طاقت نہ تھی دونوں کو اپنے سینہ پر لٹا لیا بھینچا اور کہا کچھ دیر نہیں ہیں ابھی ابھی آ کر تم دونوں سے ملتی ہوں۔

(۶)

قدیر کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس گھر سے بیٹی کی پالکی نکل رہی ہے اسی گھر سے بہن کا اور اسکے بچوں کا جنازہ بھی نکلنے والا ہے بیوی نے بلایا تو اندر آیا پہلے تو اسکے ساتھ دروازہ کھلوانے میں شریک رہا جب ناکامی ہوئی تو دروازہ توڑا اندر جا کر دیکھتا ہے رانڈ بہن دونوں بچوں کو [illegible] سے لپٹائے ابدی نیند سو رہی ہے سناٹا آ گیا۔ حقیقۃً اس وقت

سے اِس وقت تک کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ اِس کوٹھری میں کیا ہو رہا ہے۔
اب جو قدیر اور فیروزہ نے یہ سماں دیکھا تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے جہاں آرا کی
موت سے بہت بڑھ کر تعجب انگیز۔ واقعہ یہ تھا کہ فیروزہ نند اور بھانجوں کی موت سے
چنداں متاثر نہ تھی اگر نند بھاوجوں کے تعلقات اس کی وجہ ہو سکتے ہیں تو بیوہ نند ہی
کیا اور بیوہ بھی وہ جس کے سر پر نہ باپ بھائی وہ اِن گنوں کا اب البتہ قدیر کو معلوم
ہو گیا کہ بدنصیب بہن جس کا ہاتھ پکڑ کر دالان سے کیا گھر سے نکالا کس شان اور کس آن
کی عورت تھی جس کو اتنا تک روا نہ ہوا کہ میرے بعد میرے بچے ماموں ممانی
کے ٹکڑے تک کے شرمندہ نہ ہوں۔ فیروزہ کچھ دیر تک تو خاموش رہی مگر یہ خوشی
جس نے ہم کو بھی متعجب کر دیا ایک سکتہ تھا ادھر وہ خواب سے پریشان تھی ادھر آنکھوں
نے دیکھا یہ معاملہ قدیر نے نبض دیکھی سانس دیکھا اور جب دونوں کو تینوں کی موت
کا یقین ہو گیا تو فیروزہ کے ہوش اُڑ گئے اُس وقت وہ سنگین ظلم جس نے ایک بیوہ اور
دو یتیموں کی جان لی اسکے سامنے آیا اور بتا یا کہ گو ظاہری طاقت اور فانی دولت کے اعتبار
سے کمزور عزیز قبضہ میں آ کر بے بس ہو جائیں لیکن افلاس ان کا جذبہ غیرت فنا نہیں کرتا
بے حیا زندگی پر اپنی عزیز اور ایسی زبردست قربانیاں وہ ہنسی خوشی چڑھا دیتے ہیں۔
فیروزہ کا بس چلتا تو شاید وہ اس وقت نند کے پاؤں دھو دھو کر پیتی مگر ہونے والی
بات ہو چکی تھی بات زبان سے اور تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ قدیر کو اس وقت پتہ
چلا کہ جہاں آرا اس کے گھر پر سدا رہنے والی نہ تھی سرہانے بیٹھا آنکھ میں آنسو آئے ادِھر
اُدھر دیکھ رہا تھا کہ کروٹ میں ایک پرچہ دیکھا اُٹھایا تو یہ لکھا تھا:-
قدیر میاں! گو رنڈاپے نے تمام عزت آبرو خاک میں ملا دی لیکن یہ امید تھی

کہ تم جیسے عزیز بھائی کی نگاہ میں جس کی دہلیز پر جہاں آرا بزرگوں کی ناک
لئے بیٹھی ہے رانڈ بن گئے تے سے زیادہ ذلیل ہو گی قدیر میں نے اپنی نہیں
تیرے اور تیرے باپ کی آبرو گودمیں لی اور رنڈاپا تیرے در پر اور تیری بیوی
کی آنکھوں کے سامنے اِن دو معصوموں پر کاٹ دیا اس دن کو اور اس گھڑیکو
نہیں کہ بھرے مہمانوں میں دونوں میاں بیوی دھکے دے کر گھر سے نکالدیں
خدا شاہد ہے ارمان بھرا دل حشمت کو دلہن دیکھنے لے گیا بہن تھی دشمن
نہ تھی پھوپی تھی ڈاین نہ تھی کہ اپنا پرچھانواں بے گناہ بچی پر ڈالتی اور اپنی
طرح اسکی زندگی بھی برباد کرتی۔ بیوگی سے واقف اور رنڈاپے سے آشنا نتیجہ
سے باخبر اور حالت سے آگاہ ہوں جانتی ہوں اور کہتی ہوں کہ خدا دشمن سے دشمن پر
بھی یہ مصیبت نہ ڈالے۔ گئی بے علمی میں پھوٹی خون کے جوش میں اور رکھی
ہوئی سیدھے سبھاؤ خبر نہ تھی کہ میری ہستی میں میری صورت میں میری
ہیئت میں یہ زہر پیکر ہے اور یہ غضب ہے کہ دیکھوں گی وہ جو عمر بھر دیکھا
اور بھگتوں گی وہ جو کبھی نہ بھگتی۔ میرا آب و داب و دانہ تیری کمائی میں
میرا ٹھکانہ تیرے در پر میرا قیام تیرے گھر آج تک کا تھا تو نے میری نہیں
اُس ماں کی آبروریزی کی جو میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں چھوڑ کر مری تو نے میری
نہیں اُس باپ کی عزت برباد کی جو مجھ کو تیرے سپرد کر گیا تو نے میرا نہیں
اُس خدا کا دل دکھایا جو میرا اور تیرا دونوں کا مالک ہے۔

جاتی، اور بچوں کو چھوڑ جاتی اگر یہ توقع ہوتی کہ میرے لال وبال نہ ہو
... [illegible] نہ نکلا وہاں ان بچوں کا کیا ہوگا اگر کوئی [illegible]

کی ذات پر کچھ حق رکھتی ہے تو التجا یہ ہے کہ یتیم بچوں کی قبریں بیوہ ماں کے
برابر اس طرح بنوا دینا کہ بڑا سیدھے ہاتھ کو اور چھوٹا اُلٹے کو۔
حشمت خدا اس کی عمر دراز کرے اور تیرا کلیجہ ٹھنڈا رہے میری اپنی بچی ہے
اور بے قصور ہے وہ ناشاد پھوپی اور نامراد بھائیوں کو روئے گی یہ خط،
اس کو دکھا دینا اور کہہ دینا مرنے والی جہاں آرا دادا کا حق دے گئی۔
ہاتھوں کے کنگن اگر دل میں وہم نہ آئے اس کے ہاتھ میں ڈال دینا۔ قدیر
میاں بہن رخصت ہوتی ہے وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اماں ابا کی ارواح کا
صدقہ اس کی غلطی معاف کر دینا۔
جائداد اور املاک اللہ تم کو نصیب کرے میں اس کی بھوکی نہ تھی صرف
تمہاری محبت کی جویا تھی تم کو خدا کے سپرد کرتی ہوں دنیا کی بہار تمہارے
ساتھ ہو اور خوش رہو۔

(۷)

نئی دلہن کے عاشق اور پہلی بیوی سے بیزار جس طرح اکثر مسلمان ہوا کرتے ہیں
یہ کیفیت تھانہ دار صاحب کی تھی حشمت کی صورت دیکھتے ہی وہ دنیا و مافیہا کو بھول
ظالم نے غضب یہ کیا کہ دونوں بیویوں کو ایک ہی گھر میں رکھا بڑی بیوی بیمار تو تھیں
نہیں کہ شوہر اس کی سزا عقد ثانی سے دیتا ضیق النفس کا دورہ کبھی تیسرے چوتھے
آٹھویں ہو جاتا دو چار آٹھ دس دن رہا آرام ہو گیا مگر اس مرض کا جو
اور بھی دکھ بڑھا دیا آج کل کی سی چالاک اور چیز وچار گھار و پانچ لڑکی
تھی سادی تھی شوہر نے سوکن چھاتی پر لا بٹھا ... یہ جو گذری

گذر گئی مگر زبان سے ایک حرف نہ نکلا ہاں یہ صدمہ ایسا بیٹھا کہ اندر ہی اندر گھلا
اور ایک مہینہ ہی بھر بعد بخار شروع ہو گیا۔ پہلے تو اتنا بھی تھا کہ دورے میں دوا
بھی میسر آجاتی تھی اب وہ بھی نہ رہا اپنے کمرہ میں الگ بیٹھی کراہتی اور کوئی آکر
نہ پوچھتا حشمت تو خیر سوکن تھی اس سے یہ توقع غلط تھی کہ وہ خود اس طرف توجہ
اس کم بخت شوہر سے ہے کہ مذہب کی آڑ اسکے اور اس جیسے سینکڑوں ہزارو
واسطے نعمت ہو جاتی ہے کہ اس کے پیچھے ٹٹی کی طرح بیٹھ کر مزے سے شکار کرتے
یہ ہی ہیں وہ ناہنجار مسلمان جن کے کرتوتوں نے یہاں تک نوبت پہونچا دی کہ خود مس
عورتیں کثرت ازدواج کے برخلاف چلا اٹھیں ورنہ اس فیصلہ کے آگے مسلمان
وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے گردن جھکا دیتا مسلمانوں نے جس
ہر ہر موقعہ پر اسلام کو بدنام کرنے میں دقیقہ نہ چھوڑا اسی طرح کثرت ازدواج کا مسئلہ ہے
جسکی مٹی موجودہ مسلمانوں کے ہاتھوں ایسی پلید ہوئی کہ عورتیں کیا اگر جانور بھی ان مظالم کو
دیکھ کر پناہ مانگتے تو تعجب نہ تھا ہمارے سامنے اس وقت مدعی مدعا علیہ دونوں ہیں ادھر
مسلمان کثرت ازدواج کا مسئلہ ہاتھ میں لئے ہشاش بشاش ادھر عورتیں اس کے
برخلاف حیران و پریشان ہم نے مردوں کو ان مردوں کو اور ان اور ان کیا قریب قریب
سب ہی کو اس لئے کہ حکم کا ایک جزو سر آنکھوں پر اور دوسرا حق تھو نکاح ثانی کرنے کو
جھٹ سے تیار اور عدل حقیقی کے وقت بغلیں جھانکیں لعنت ملامت کرنے میں کبھی کسر
... توں کی فریاد بارہا ان کے کان تک پہونچائی ان کے اندرونی احساسات و
... طرح کھولکر سامنے رکھدئے بتادیا ... مظالم انجام خسر الدنیا والآخرۃ
عورتو ... ... کا یہ منشا ... گر مردوں کے گلے میں دوپٹے

اور خدائی فیصلہ کے برخلاف زہر اگلنے لگیں جس کا نتیجہ یہ کہ اغیار جو ہمیشہ ہمارے
...س کی تاک میں رہتے ہیں اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر رائی کا پہاڑ اور بلی کا شیر بنا کر
...ں کر دیں اور اس فیصلہ حقیقی کو جو انسانی فطرت پر مبنی ہے نفسانیت ثابت کرنے کی
...ش کریں۔

مردوں نے اس معاملہ میں لاریب بہت کچھ زیادتی کی اور اس حکم کا ناجائز فائدہ
...ایا اور بے زبان بچوں پر ایسے ایسے مظالم توڑے جنکے خیال سے بدن کپکپاتا اور رونگٹے
کھڑے ہوتے ہیں ایک دو نہیں بیسیوں اور سینکڑوں اللہ کی بندیاں اور ماباپوں کی
دلاریاں جل جل کر اور بھن بھن کر قبروں میں جا سوئیں زندگی ان کو مصیبت اور موت انکو
غنیمت ہوگئی یہ واقعات آنکھیں دن رات دیکھتی اور کان شب و روز سنتے ہیں ان حالات
میں اسلامی فیصلہ یقیناً بادی النظر میں ظلم کا مخزن اور ستم کا گھر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اس
حکم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں نکاح ثانی اور مساوات اور پھر دیکھتے یہ ہیں کہ ایک جزو
کی تعمیل سر آنکھوں سے ہوتی ہے اور دوسرے کے نام موت کو ایک ہم کیا اندھا بھی اس کا ذمہ دار
حکم کو نہیں اس ملعون کو قرار دے گا جو ایک حصہ کے واسطے تو بآواز بلند کلمۂ توحید پڑھتا ہے۔
اور دوسرے کے واسطے خراٹے لینے لگتا ہے۔

اب رہا عورتوں کا معاملہ ان کا کام یہ تھا کہ وہ مظالم کا انسداد کرتیں نکاح اور جہیز جو نتیجہ
نکاح اور جہیز ان کو نتیجہ فعل سے بحث کرنی تھی نہ کہ فعل سے کثرت ازدواج فعل کے جو نتائج ظہور میں آئے
ہیں ان کے جگر خراش ہونے میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ضرورت تھی اشد تھی اور بے شک تھی
کہ اگر مرد اس قابل نہ تھے تو وہ خود اپنی تکلیف کا علاج کرتیں اور کوشش کرتیں کہ مسلمانوں پر
یہ نقش ہو جائے کہ جب تک حکم کا کوئی ذرہ بھی تعمیل سے ساقط ہے اس پر تعمیل کا اطلاق

نہیں ہو سکتا اسلام نے عقد ثانی کے واسطے جو شرائط مقرر کی ہیں اگر مسلمان انکی تعمیل نہیں کرتے تو ان کا اسلام جھوٹا اور دعوے غلط۔

تھانہ دار صاحب مسلمان تھے ان کو دوسرے نکاح کی اجازت اسلام نے دی تھی کچھ اعتراض نہیں مگر کیا اسلام نے یہ بھی کہدیا تھا کہ ایک آنکھ میں لہر بہر ایک میں خدا کا قہر ایک گھر کی ملکہ اور دوسری گھر کی لونڈی ایک بنے بیگم اور دوسری بنے باندی۔

بخار روز بروز ترقی کرتا گیا پہلے حرارت تھی جب توجہ مطلق اور علاج بالکل نہ ہوا کوفت بدستور اور جلن اسی طرح رہی تو مرض کی ترقی ظاہر تھی پہلے یہ تھا کہ ہفتہ میں ایک دو مرتبہ دو چار گھڑی کو حرارت ہو جاتی پھر یہ ہوا کہ کوئی دن ناغہ نہ ہوتا روز رات کو سوتے وقت اب تک بھی حرارت خفیف تھی بڑھتے بڑھتے بخار ہوا اور ہوتے ہوتے یہاں تک کہ روز چڑھنا اور گھنٹوں رہنا۔

ہم ہرگز اس معاملہ میں بیوی کو ذمہ دار قرار نہ دیں گے کہ اسنے بیماری کی خبر شوہر کو [illegible] اس کم بخت کے دل میں اگر ایمان ہوتا تو بیمار کی صورت اور مریض کی حالت چھپی نہیں [illegible] افسوس یہ ہے کہ ایک گھر کے گھر میں دن رات کا رہنا سہنا ہر وقت کا اٹھنا بیٹھنا اور [illegible] کی بیماری تک کا علم نہ ہو نکاح کو مشکل سے ایک سال ہوا ہو گا کہ مریضہ کی حالت [illegible] ہو گئی اور چلنا پھرنا مشکل ہوا گو اس وقت شوہر کی کوئی خدمت بدنصیب بیمار کے [illegible] تھی اور نکاح کے بعد ہی سے تھانہ دار صاحب نے پہلی بیوی کو دودھ کی مکھی [illegible] نکال باہر کیا تھا تاہم وہ اپنے عقیدہ کے موافق جس طرح بھی ہوتا اور جتنا کچھ بھی ہوتا [illegible] فرائض کی ادائگی میں تساہل نہ کرتی مثلاً جب تک ہاتھ پاؤں اس قابل رہے نماز [illegible] ت اُٹھی ابھی دونوں میاں بیوی بے خبر پڑے سوتے ہیں اس نے جھاڑو،

ذرے دلا گھر بند ن کر دیا شوہر کے آنے کا وقت ہے جانتی تھی کہ حقہ کے دھتیا ہیں گئی چیکے سے آگ سلگائی حقہ بھر خاموش آبیٹھی ان باتوں کا شوہر کو علم بھی نہ ہوتا مگر وہ اپنا کام بدستور انجام دیتی رہی اور جب تک ہاتھ پاؤں نے ساتھ دیا اپنی طرف سے کمی نہ کی کھانا ڈیڑھ آدمی کے واسطے ایک ماایک آٹھ نو برس کی بچی کیا الگ پکتا حشمت جو کچھ پکا پکایا بھیجدیتی وہی دونوں ماں بیٹیاں صبر شکر کرتیں اور کھالیتیں کچھ یہ نہ تھا کہ حشمت کے ڈر سے یا اس کی آزردگی کے خیال سے تھانہ دار صاحب پہلی بیوی کی طرف متوجہ نہ ہوتے ہوں حشمت ہر مہینے دو ایک روز کے واسطے میکہ جاتی تھی اور اس کی عدم موجودگی میں اگر شقی القلب انسان ہوتا تو زیادہ نہیں اس کی خیر وعافیت ہی دریافت کرلینا یہ وقت تھا کہ مرلضیہ کی صورت مُردوں سے بدتر تھی خوشی اور رنج کہتے ہیں آدمی کی صورت سے ٹپکتا ہے مگر اسکے چہرہ پر موت برس رہی تھی ایک رات کا ذکر ہے حشمت میکے گئی ہوئی تھی شام کے وقت پانی زور شور سے پڑ رہا تھا بیمار لیٹی ہوئی اپنی حالت پر غور کر رہی تھی کہ تھانہ دار صاحب کسی ضرورت سے باہر نکلے اور فوراً ہی اندر چلے گئے جس روز سے شوہر نے بات کرنی چھوڑی تھی اُسی دن سے بیوی نے بھی اپنی طرف سے کوئی بات نہ کی کئی دفعہ ضرورت بھی ہوئی دو چار دفعہ قصد بھی کیا مگر ہمت نہ پڑی اب چونکہ زندگی کی تمام امیدیں ختم ہو چکی تھیں اور موت ہر وقت پیش نظر تھی اُس وقت کو غنیمت سمجھ کر دل کڑا کیا اور اٹھی بخار اُس زحمت بھی شدت سے چڑھا ہوا تھا اور کھانسی دم بھر کو چین نہ لینے دیتی تھی مگر کانپتی ہانپتی اُٹھتی بیٹھتی اُٹھی بیٹی کو لٹا کر آگے بڑھی اور شوہر کے کمرہ میں پہونچی۔

تھانہ دار صاحب نہ معلوم کس حال میں غرق تھے کہ [illegible] مرد [illegible] ٹی اور اس کے ساتھ ہی مظلوم کا سر قدموں میں تھا متحیر ہو کر [illegible]

نو دس مہینہ ہو ... سبب بخار میں گھلس رہی ہے۔

شوہر۔ تم کو تو آج حرارت معلوم ہوتی ہے خیر صلاح کیا ہوا۔

بیوی۔ کچھ عرض کرنے آئی ہوں۔

شوہر۔ کہو شوق سے مگر ایسی بات نہ کہنا جس سے مجھ کو اذیت ہو۔

بیوی۔ تم کو اذیت دے کر کیا خوش ہونگی کچھ کہنا بھی نہیں ایک درخواست ہے۔

شوہر۔ ضرور کہو۔

بیوی۔ میں بیمار ہوں مگر اس لئے نہیں کہ تم سے علاج کی درخواست کروں جب تک مرض قابل علاج رہا تم کو اطلاع تک نہ دی اب چونکہ لاعلاج ہے اس لئے ایک التجا ہے

شوہر۔ موت کا بھروسہ کس کو کیا خبر کون پہلے مرے میں یا تم اس وقت تم کو حرارت تو ضرور ہے اور اعضا شکنی مجھے بھی ہو رہی ہے یہ مرطوب ہوا کے دن خراب ہیں بھادوں کا مہینہ گھر کے گھر پڑے ہیں اندیشہ کی کیا بات ہے بلکہ صحت کے اعتبار سے تم پہلے سے بہتر ہو کہ سانس کا دورہ عرصہ سے نہیں ہوا رہی کمزوری یہ تمھاری اپنی غلطی ہے کہ خواہ مخواہ گھل رہی ہو مگر تمھاری وجہ سے اپنی زندگی تو برباد نہیں کرسکتا تھا۔

بیوی۔ مجھے ہرگز حق نہیں کہ میں تم سے دوسرے نکاح کی شکایت کروں تم کو شرعاً اجا[زت تھی] تم نے جائز کیا میں ایک گنہگار عورت خدائی فیصلہ میں کیا دخل دوں گی رہا یہ کہ ا[س] میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے تھا اس کو تم خود مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہو اگر میں واقعی [اس سلو]ک کی مستحق تھی تو میری تقدیر اور اگر تم نے لاپرواہی کی اور یہ مواخذہ تمھاری ذات پر [رہا تو] اپنے تمام حقوق جو تم پر تھے اور تم نے پورے نہ کئے خدائے واحد کو شاہد کر کے [معاف کر]تی ہوں مجھے اعتراف ہے کہ ایک بیوی کو جو خدمت کرنی چاہئے

مجھے اقرار ہی کہ جو آرام ایک شوہر کو بیوی کی ذات سے پہونچنا چاہیئے وہ مجھ سے نہ پہونچا یہ میری بدنصیبی کا ثبوت ہی مگر تم اس کا یقین کرو کہ اب میری زندگی ختم کے قریب پہونچی اور جس طرح جن آنکھوں سے تم مجھ کو میکے سے دلہن بنا کر اس گھر میں لائے تھے اسی طرح ان ہی آنکھوں اور انہی ہاتھوں سے اس اصل گھر میں جس کا نام قبر ہی دفن کر دینا میری ماں زندہ اور میرا باپ موجود ہی اور اس کا یقین ہی کہ میں اپنے گھر میں خوش اور آباد ہوں اس یقین کو جھٹلانے کی ضرورت جب میں نے نہ سمجھی تو تم کو بھی نہیں وہ دو چار گھڑی کو روتے پیٹتے آئینگے اور چیختے چلاتے چلے جائینگے ان کے احترام میں فرق نہ آنے دینا کہ وہ تم سے بدظن ہوں۔ معافی مہر کی یہ تحریر موجود ہے خدا تم کو نصیب کرے یہ تھوڑا سا زیور تمھارے پاس امانت رکھواتی ہوں ملکیت میری ضرور ہے مگر مگر تمھاری اجازت کے بغیر مجھے اس کے صرف تقسیم کا اختیار نہیں اگر تم پسند کرو اور اجازت دو تو یہ میری معصوم بچی کا حق ہے اس کو دے دینا۔

میں نے مرض اپنے پیچھے جان کر نہیں لگایا وقت نے مجھے موافقت اور زندگی نے وفا نہ کی اس ایک سال میں میری آنکھوں نے جو جو کچھ دیکھا وہ تم بھی دیکھتے رہے مگر کٹ جائے یہ زبان اگر لب پر شکایت آئی ہو تم نے ان ہاتھوں کو کچھ کہ کر ہاتھ میں لیا تھا تم نے اس چہرہ سے کچھ کہتے ہوئے گھونگٹ اٹھایا تھا تم کو یاد نہ ہو خیال نہ ہو مگر میرے دل پر ابھی وہ الفاظ نقش ہیں اور صرف موت ان کو بھلا سکتی ہے۔ تم نے یہ ہاتھ جو ہمیشہ بلند رہے چشم زدن میں زیر کر دئے اور یہ آنکھیں جو ہمیشہ سیر رہیں آنا فانا دوسرے کا منھ تکنے والی بنا دیں جن کا منھ خوشامد کرتے کرتے خشک ہوتا تھا انھوں نے بات کرنی بھی چھوڑ دی جس سیج پر عورت مکھی تک بیٹھنی روا نہیں رکھتی اس پر سوکن آگئی مگر تیوری پر بل نہ آیا میں نے ہائے ہائے کی اور تم نے نئی دلہن کے ساتھ قہقہے لگائے مجھے پیسہ کا شربت نصیب نہ ہوا اور تم نے روپے انعام میں دئے لیکن مسلمان ہوا

ایمان سے کہنا کبھی ایک حرف زبان سے نکلا ہو تو آج منھ پر رکھدو۔

اتنا کہنا ضروری ہے جب نہ تھا اب ہے کہ خطاوار میں تھی قصور مجھ
بچی بے گناہ لڑکی کس جرم اور کس قصور میں ایسی خطاوار ٹھیری کہ صبح سے نہا
بھری اور دن کے دو بجے کھانا نصیب ہوا مجھے اس کی شکایت کا حق
دوست تمھاری اولاد ہے رکھا جس طرح چاہا اور رکھو گے جس طرح چاہو گے
خوشامد سے ہاتھ جوڑ کر ایک عرض کرتی ہوں۔

ماں کے بعد خدا تمھارا سایہ ہمیشہ رکھے اب اس بچی کا کوئی نہیں مجھے
امید ہے کہ وہ مری ہوئی ماں کے مردہ کو بدنام نہ کرے گی لیکن زمانہ نازک
اگر اس کی کوئی خطا کان تک پہونچے تو اچھی طرح تحقیقات کرکے سزا دینا"

سنگدل شوہر خاموش بیٹھا بیوی کی گفتگو سن رہا تھا اب آنسوؤں کی
کی زبان روکدی۔ وہ پھر ایک دفعہ قدموں پر جھکی اور کہا:۔
یہ آنسوؤں کے قطرے بخار زدہ آنکھوں سے نکلے
آنسوؤں کی لاج رکھنا"

(۸)

بہن بھانجوں کے دفن کے بعد قد
میری گردن پر تو نہیں کئی دفعہ بیوی سے
اس خواب کا حال بیان کر دیتی تو
کس مصلحت اور ضرورت سے فیروز
وہ کبھی نہ

کہ یہ ظلم دیکھیے کیا نتیجہ دکھاتا ہے۔

دوپہر کے وقت ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ قدیر کی زبان سے [illegible] منجھلی آپا کی خودکشی غضب ڈھا گئی دونوں بچوں تک کو ساتھ لے گئیں وقت کی بات ہے کہ ان کو اس قدر ناگوار ہوا ورنہ دادا جان سے تو میں نے سنا ہے کہ بڑی پھوپی جان کی تو ڈولی تک چھوٹے چچا کے نکاح میں نہ اُترنے دی

فیروزہ۔ اپنی آگ سے زیادہ پرائی آگ نہیں ہوتی ہم نے اگر برائی کی ہے تو ہمارا خدا دیکھتا ہے میں نے تو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ مرنے والے بھائی کے نکاح میں ہمسائی کی رانڈ لڑکی نے آکر [illegible] ہاتھ لگا [illegible] بھائی [illegible] بھی تو نہ کھایا دلہن کا منھ تک دیکھنا نصیب نہ ہوا رستے ہی میں بجلی گری تو پھوپی ملکہ ہی کو لو خود ان منجھلی آپا ہی کو دیکھو پھوپی ملکہ کے بیاہ میں چچی جان بیوہ تھیں سب نے کہا کہ خدا خیر کرے وہی ہوا کہ بیچاری رانڈ ہوئیں اِن ہی منجھلی [illegible] سبحا کی ماں سامنے کھڑی تھی جب بھائی صاحب اندر آئے [illegible] ہی آخر نہ رہے اور چل بسے۔

[illegible] دل سے لگائی باتیں تو ہیں نہیں جو ہم گنہگار ہوں۔
[illegible] تا اور اب ڈانواڈول ہوں مگر چند واقعات [illegible] ور رہے۔

[illegible] نکلی کہ میاں کو چپ کیا اُس کے
[illegible] سن پر بھی نہ ڈالے اگلے زمانہ
[illegible] ہو جائے اب دھڑتے

قد ۔۔۔ ہے کہ کہیں میرے اوپر گناہ نہ ہوا ہو میں نے تو اپنی طرف سے تو کبھی اذیت پہونچائی نہیں ہاں اتنا قصور سمجھ لو کہ ان کو وہاں سے ہٹا دیا سو وہ بھی بچی کا معاملہ تھا اور مجھ کو اس کے آگے کچھ نہ سجھائی دیا۔

فیروزہ۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہی ہوں کہ اپنی آگ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

(۹)

فضول خرچی میں یوسف شاہی خاندان کیا مرد اور کیا عورتیں ایک سے ایک افضل تھے کھانے کا شوق اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ اگر بیوی کا بس چلے تو شوہر کی پگڑی تک بیچ کھائے اور مرد کے اختیار میں ہو تو عورت کا دوپٹہ تک گروی رکھدے حشمت نے آنکھ کھول کر جسکو دیکھا کھانے پینے کا دھتیا چاہے جوتی پاؤں میں نہ ہو مگر کھانے کے ساتھ کی سیر بھر بالائی ناغہ نہونے پائے تھانہ داری کی تنخواہ ستر روپیہ اوپر کی لگ گئی تو روزی نہیں روزہ کوئی اسامی آن پھنسی دو چار سو ہاتھ لگ گئے نہیں تو سارا مہینہ کورا گذر گیا مختصر یہ کہ تنخواہ اور آمدنی چھٹے مٹھوں میں ختم ہو جاتی پہلی سے پانچ چار روز پہلے ہی بلوں بلوں پڑ جاتی کہاں بیچاری پہلی بیوی کہ روپیہ ہاتھ میں آیا تو مرمر کر آٹھ آنے اُٹھائے اور آٹھ آنہ بچائے کہاں بی حشمت کہ روپیہ وہ اُٹھائیں اور چار آنہ قرض کریں مگر میٹھے چانولوں کی تہ میں پیرہے ضرور ہوں دوسرے نکاح کا بظاہر یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ کھانے پینے کو وہ چیزیں ہاتھ آنے لگیں جو پہلے بر ۔۔۔ دو ایک دفعہ ملجاتیں تھانہ دار صاحب بیوی کے اس سلیقہ پر نہال تھال ۔۔۔ بیوی کی دسوں انگلیاں دسوں چراغ ہیں کھانا ایسا پکاتی ہو کہ دلّی ۔۔۔ تک کو مات کیا دو بیویوں کے علاوہ داروغہ جی کی ایک سوہ جھوٹی بہن ۔۔۔ وقت اکیس سال کی ہوگی یہ خاندان یوسف شاہی تو

کہ بیوہ عورت کے نکاح کا پیغام گالی سمجھا جاوے اور اگر کسی نے غلطی سے پیغام دیدیا تو ہزار گالیاں مل گیئں لیکن کچھ تو اسلئے کہ بیوہ بہن مفت کی ماما تھی بچہ نہ کچا لنگوٹی ناھٹی اکیلا دم اور کچھ اسلئے کہ اپنا دل بھی گوارا نہ کرتا تھا بھائی نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اب بہن کا دوسرا نکاح نہ کروں گا اتفاق سے کوتوال شہر ایک معقول مسلمان تبدیل ہوکر آئے اور اُنھوں نے لاعلمی میں اپنے چھوٹے بھائی کا پیام جسکی بیوی اس سال مری تھی تھانہ دار کو دے دیا۔

تھانہ دار۔ آپ نے اس معاملہ پر غور کرنے سے پہلے درخواست کردی شاید آپ کو معلوم نہیں کہ میں عورت کا نکاح ثانی معیوب سمجھتا ہوں۔

کوتوال۔ خوب مجھے علم نہ تھا کہ آپ مسلمان ہوکر ایسا خیال کرتے ہیں۔

تھانہ دار۔ مسلمان اور غیر مسلمان دوسری چیز ہے نکاح دوسری ہم دیہات کے رہنے والے آن پر جان دینے والے لوگ ہیں ہمارے ہاں بیوہ کے نکاح کی رسم نہیں ہے۔

کوتوال۔ میں آپ کے خاندان یا آپ کے دیہات کو بُرا نہیں کہتا جہاں جہاں یہ رسم جاری ہو وہاں مردوں کی نفسانیت اور خودغرضی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا خود تو بیوی کے مرتے ہی دوسرا نکاح کرلیں بلکہ ساٹھ برس کی عمر ہو تو پندرہ برس کی دُلہن بیاہ لائیں اور وہاں بیوی کے بعد کیوں بیوی کی زندگی ہی میں اور دوسری کیسی تیسری اور چوتھی بھی اور عورت غریب کو چاہیے وہ چند مہینوں کی ہی بیاہی رانڈ ہو جائے۔ دوسرے نکاح کی اجازت نہ دیں شرع اسلام کی تعمیل پر ادھر اتنے بچے اُدھر اتنے کچے۔

تھانہ دار۔ مگر یہ رسم تو بزرگوں سے چلی آرہی ہے اب اس میں کس کی مجال ہے کہ جو ترمیم اور جناب عالی اصل بات یہ ہے کہ اپنی طبیعت بھی گوارا نہیں کرتی کہ عورت ایک دوسرے مرد کا منھ دیکھے یا دکھاوے۔

کوتوال - تھانہ دار صاحب آپ کیسی بچوں کی سی باتیں کرتے ہیں بزرگوں کی تو بہت سی ایسی رسمیں ملیں گی جو آپ نے قطعاً چھوڑ دیں اور وقت آپ کو تجربہ سے بتا رہا ہو کہ پابندیٔ رسوم امر پسندیدہ نہیں ایک زمانہ تھا کہ ہمارے بزرگ تعلیم نسواں کے سخت برخلاف تھے اب وہ خیال یا رسم رفتہ رفتہ کمزور ہو رہی ہی یا آپ کی طبیعت کا معاملہ کس قدر ظلم اور صریح بے انصافی ہی کہ آپ اپنے نفس کی تعمیل میں دنیا کی ہر شے کو ہیچ سمجھیں بچے موجود ہوں۔ بیوی زندہ ہو مگر کوئی نہ کوئی عیب کچھ نہ کچھ خرابی نکالکر جھٹ دوسرا نکاح کرلیں لیکن لڑکی بیچاری اگر بیوہ ہو گئی تو تمام عمر دنیا کے ہر لطف سے محروم ہو جائے اس صریح ظلم پر جو آپ یا میں یا مسلمان جائز سمجھیں اور روا رکھیں ہمارا دعوئے اسلام - کس قدر افسوس کی بات ہی۔

کوتوال - پھر وہی کمزور بات آپ نے کہی آپ شب و روز جو کام کر رہے ہیں اس کا منشا یہ ہی کہ واقعی مجرم سزا پائیں اور بے گناہ رہائی لیکن اگر آپ ہی مجرموں کو رہائی اور بے گناہوں کو سزا دلوانے پر آمادہ ہو جائیں تو کیا آپ اس سے خوش ہونگے کہ کچھ لوگ آپ کو اچھا کہیں اگر آپ اس آن کو جو یقیناً لغویت ہے توڑ کر اسلام کے احکام کے موافق بیوہ کا نکاح جائز سمجھیں تو دین اور دنیا دونوں میں سرخ رو ہوں - آپنے شاید نہ دیکھا مگر میری آنکھیں بدنصیب بیوہ عورتوں کی حالت زار دیکھ چکی ہیں - میری رائے میں قیدیوں کی جیل خانہ میں پرندوں کی پنجرے میں بکریوں کی کمیلے میں جو حالت ہوتی ہے قریب قریب وہی حالت ایک بیوہ کی شوہر کے بعد ہوتی ہے دنیا کی کونسی خوشی ہے جسمیں وہ شریک اور کونسا لطف ہے جس میں وہ شامل ہوسکتی ہے اچھا کپڑا اسکے واسطے جرم ہنسنا بولنا اسکے واسطے گناہ بناؤ سنگھار کے واسطے مذمت کہیں جانے کی اجازت اسے نہیں کسی سے ملنے کا حکم اسکو نہیں زندگی اسکو دوبال اور جینا اس کو عذاب ایک بیکار زندگی ہے جو ایک انسانی صورت میں اپنے دن

پورے کر رہی ہے کیا آپ کی رائے میں وہ دیکھنے والے جو مظلوم بیوہ کی یہ حالت اپنی آنکھ سے دیکھیں اور مدد نہ دیں قیامت کے روز مواخذہ کے قابل نہیں میں نے سُنا ہے اور پڑھا کہ "من اعان مظلوماً اعان اللہ یوم القیامۃ" جو شخص مظلوم کو مدد دیگا قیامت کے روز خدا اسکی مدد کرے گا میں تو کہتا ہوں بیوہ سے زیادہ مدد کی قابل اور کوئی مظلوم نہیں دوسرے لوگوں کو یہ اذیت دنیا میں پہونچ سکتی ہے یا جو ظلم کسی ظالم کی طرف سے ہو سکتا ہے وہ وقتی ہے کہ ایک خاص وقت تک ہوا اور جاتا رہا لیکن بیوہ کی حالت ابدی ہوتی ہے جو تا دم واپسین ہر لمحہ روز افزوں ہے اسکی بد نصیبی ہر وقت ترقی کرتی ہے اور اسکے مصائب ہر لمحہ بڑھتے ہیں کبھی بڑے بڑے شہروں میں تم نے دیکھا ہوگا کہ شام کے وقت چڑی مار پرند پکڑ کر سر راہ کھڑے ہو جاتے ہیں رحم دل جب ادھر سے گذرتے ہیں اور ان بے زبان جانوروں کو تڑپتا دیکھتے ہیں تو دل کٹ جاتا ہے اور چڑی ماروں کو قیمت دیکر پرندوں کو چھوڑوا دیتے ہیں صرف اس لئے کہ داخل ثواب ہوں۔ یہی کیفیت بیچاری بیوہ عورتوں کی ہے اور ہم جو اُن کا نکاح خلاف عزت سمجھتے ہیں ان چڑی ماروں سے کم نہیں جو پرندوں کو قید کرکے ان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میری درخواست منظور فرمائیں اور میرے بھائی کو اپنی غلامی میں لیں ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ اپنے خیالات کو تبدیل کیجئے اپنی رسم برباد اور اپنی اس آن کو توڑیئے اور اور لغویات کو چھوڑ دیئے۔

تاریخ دنیا میں جو تاریک پہلو عرب کے زمانہ جاہلیت کا ہے اور اس کا وہ تمدن جو لڑکیوں کے متعلق ہے بے مثل ہے معصوم اور بے زبان بچیوں پر جو مظالم اس وقت ٹوٹے اسکی مثال اسکے بعد نہ ملی اور یہ اندیشہ ہے کہ نہ کبھی ملے گی مجھے معلوم ہے کہ ستی کی رسم اس سے کم خطرناک اور جگر خراش نہیں لیکن یہ اس لحاظ سے کہ یہاں اس فعل کا فاعل دوسرا ہے اس سے زیادہ سخت

جاتی ہے اور اس اعتبار سے کہ بیوہ کو جو مصائب دنیا میں بھگتنے اور جو آزار زندگی میں اُٹھانے ہیں ستی ہو جانے سے بہتر ہے یہ رسم اسکے مقابلہ میں اتنی سخت نہیں وہ ظالم تو کُھلم کُھلا یہ غضب کرتے تھے کہ جیتی جاگتی لڑکیوں کو ماں کی گود سے ... زمین میں سلا دیتے تھے یہ رسم ایک خاص مدت تک جاری رہی یہاں تک کہ اسلام ان کی حمایت کو اٹھا اور معصوم ہستیوں کو سنگدل ہاتھوں سے رہائی دلوائی لیکن اب بھی جبکہ مسلمان بیوہ کا نکاح جائز نہیں سمجھتے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے عورت کی کچھ بھی وقعت کی میرے عزیز دوست آپ اپنے مذہب کو کس بری طرح بدنام کر رہے ہیں فانکحوا الایامی۔ آپ کے ہاں صریح فیصلہ ہے کیا اس کی مخالفت پر بھی آپ مسلمان ہونے کے اور کہلانے کے مدعی ہیں۔

میں پھر وہی عرض کروں گا کہ اس تقریر سے میرا مطلب حاشا وکلاّ یہ ہرگز نہیں کہ آپ میری تجویز پر توجہ فرمائیں بلکہ صرف یہ کہ آپ اس رسم کو اپنے تمدن سے دور کیجئے اور جس طرح آپ نے اپنے حق عورتوں سے لئے اسی طرح ان کے حق ان کو دیجئے ؛

(۱۰)

جب خود تمھارے والدین اس بات کے خواہش مند ہیں کہ چند روز کے واسطے تم کو اپنے گھر لے جائیں اور تم کو یقین ہے کہ مرض روز بروز ترقی کر رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تم نہ جاؤ میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔

... ۔ اباجان اور اماں جان دونوں کا اصرار ضرور ہے اور مصلحت بھی یہی ہے کہ میں ... جا کر اپنا علاج کر لوں مگر طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ تمھاری ... ہوں ہیں اب بھی ... بیکار پڑی رہتی ہوں کسی قسم کی مدد کے قابل نہیں ... مر گئی تو دنیا کے ساتھ دین بھی برباد ہوا۔

تھانہ دار۔ کیوں دین کیوں برباد ہوا۔
ساجدہ۔ اس لئے کہ تمھارے سامنے تمھارے در پر موت آئی تو تمھارے ہاتھوں پیوند زمین ہوکر آرام سے مرتی اور اطمینان سے اُٹھتی۔
تھانہ دار۔ اِن باتوں کو چھوڑ دو اور بسم اللہ کرو میں وہاں بھی تمھارے پاس آنیکی کوشش کرونگا
ساجدہ۔ میری صحت اور زندگی تو یہی ہے کہ تمھاری خدمت میں موجود رہوں۔
تھانہ دار۔ مگر میں تمھارے والد صاحب کی درخواست رد نہیں کرسکتا۔
ساجدہ۔ میں حیران ہوں کہ بیماری کا علم انکو کیونکر ہوا میں نے جب تم ہی سے ذکر نہیں کیا تو انسے کیا کرتی
تھانہ دار۔ میں نہیں کہہ سکتا۔

تھانہ دار صاحب کی بڑی بیوی ساجدہ میکے جانے سے انکار کررہی تھی اور تھانہ دار اصرار کچھ دیر تک میاں بیوی میں بحث ہوتی رہی ابھی کچھ نتیجہ نکلا نہ تھا کہ ایک ماما نے آکر ساجدہ کو خط دیا اُس نے کھولا اور بآواز بلند اس طرح پڑھنا شروع کیا۔

"نور چشمی ساجدہ بیگم۔ تم نے تحریری یا زبانی اشارۃً یا کنایۃً اسوقت تک اپنی بیماری کی اطلاع مجھ کو یا ماں کو بھائی کو یا بہن کو کبھی نہ دی پرسوں شام کو ایک عرصہ کے بعد تمھارے میاں آئے تو کیفیت معلوم ہوئی کہ بخار اس حد تک اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی میں باپ ہوں مامتا ہی خواہش جائز اور کوشش فطرۃً ہے کہ علاج کرواؤں دولت قربان اور جان نثار کروں لیکن یہ توقع کہ تم اپنے فرائض میں غفلت کرو اور میری خواہش کو ترجیح دو غلط یقیناً غلط اگر تمھارا دل گوارا تمھاری طبیعت برداشت اور تمھارا ایمان روا نہیں رکھتا کہ تم شوہر کا گھر چھوڑ کر میرے در پر آؤ تو مجھ کو مجبوراً ورثم کو تعمیل کرنے کا حق نہیں ہمارا حق اُس پر زور اُس گھڑی ہمارا دعویٰ اس وقت جب اسلام نے تم کو نکاح کے ذریعے سے

ی ملکیت بنا دیا۔ ختم ہوا تم اور وہ جو تمھارا مالک ہے تم اور وہ جو تمھارا خدائے مجازی ہے تم اور
اور وہ جو تمھارا شوہر ہے خاوند ہے آقا ہے اگر ہمارے حقوق تسلیم کرو ہماری محبت کی قدر کرو ہماری
مامتا کی وقعت پہچانو تمھارا احسان تمھارا کرم تمھارا شکریہ ورنہ گلہ نہ دعوی شکوہ نہ شکایت موت
ایک دفعہ آنی اور جان ایک روز جانی ہے لیکن خوش نصیب ہے وہ عورت جو شوہر کی آنکھوں کے
سامنے زندگی کو رخصت اور دنیا کو وداع کرے میرا اصرار ماں کی محبت اور میری شفقت کا اظہار
تھا ورنہ میں جانتا ہوں مجھے علم ہے میرا عقیدہ ہے کہ سسرال کے پتھر میکے کے پھولوں سے شوہر
کی مار۔ باپ کے پیار سے اور اپنے گھر کے چنے ماں کے گھر کے قورمے سے ہزار درجہ افضل اعلیٰ اور بہتر
اگر تمھاری رائے میں تمھارے خیال میں تمھارے قیاس میں مصلحت ضرورت اور حاجت
یہ ہے کہ تم وہاں رہو یہاں نہ آؤ تو مجھے ناگوار نہیں سچ پوچھو تو ہماری طرف سے تو وہی وداع ہو چکی
کہنے کو عارضی ہو مگر حقیقۃً حقیقی تھی لڑکی کی شادی میری لڑکی میں سمندر کا غوطہ ہے خواہ موتی نکلے یا کنکر
ہم تو آج کیا اُس دن سے تم کو رو چکے جب تم ہمارے گھر سے رخصت ہو کر سسرال پہنچیں
تقدیر اچھی ہوتی خوش رہتیں آباد رہتیں مقدر درست نہ تھا پھولوں بھری سیج کانٹوں سے اور
پھر تھال کنکروں سے پٹ گئی اور بدل گیا۔
تم ہمیشہ نہیں کبھی اور ہر وقت نہیں تو کسی نہ کسی وقت زبان سے نہیں تو دل میں کہتی
تی نہ ہوگی خیال آتا ہوگا اور ضرور آتا ہوگا کہ باپ نے فرض کی ادائگی میں توجہ سے
نکاح کر دیا۔ مگر بے سوچے رخصت کر دی لیکن بغیر سمجھے ضرورت تھی کہ اچھی طرح
تھا کہ پورے طور پر پرکھ کر کس کر جانچ کر تول کر ہاتھ میں ہاتھ دیتے۔ میں تمھارے اس
شرمند [illegible] رہونگا کہونگا کیا کہنا پڑے گا کہ میرا انتخاب تمھارے واسطے
ہو گیا [illegible] سے توقع تھی کہ محبت کی نظریں ڈالیں گی ان سے زہر ٹپکنے لگا

مگر پیاری بچی گنہگار باپ بے قصور ہے اور اس کا شاہد خدا کے سوا کوئی نہیں کہ اپنی طرف سے اطمینان میں اور اپنے طور پر تحقیقات میں کمی اور کسر نہ کی۔

تم کہو نہ کہو بتاؤ نہ بتاؤ مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہارے شوہر کا نکاح ثانی موت کا بہانہ اور علالت کا عذر ہو گیا لیکن تمہارا خیال غلط تمہارا ملال جھوٹا تمہاری رائے کمزور اور تمہارا قیاس بودا تمہاری بیماری ظاہر تمہارا دورہ روشن کوئی وجہ نہ تھی کوئی سبب نہ تھا کہ ایک شخص اپنی زندگی تمہاری وجہ سے برباد کرتا۔

جو ہونا تھا وہ ہو گیا سوچنا یہ کہ اب کیا کرنی زندگی بھلی یا بری جیسی گذرنی تھی گذر گئی اب موت ایک اور زندگی شروع کی ضرورت ہے کہ وہ زندگی خوشگوار رہے اور وہ شوہر جس کی دلہن بننے والی ہو اور جس کی سیج جنگل بیابان کی قبر ہو گی تم سے خوش رہے سسرال کے لوگ فرشتے اور حوریں تمہاری ہستی سر آنکھوں پر رکھیں اور تم آئندہ نسلوں کے واسطے ایسا سبق چھوڑ جاؤ کہ دنیا تمہارے نام پر فخر کرے اور بیویاں تمہارے قدموں کی خاک کا سرمہ بنائیں۔

ما تم سے راضی ہیں تم سے خوش ادھر کا بیڑا پار ہے اب کامیابی کا انحصار اور راحت ابدی کا دار و مدار صرف شوہر کی فرمانبرداری رہا اگر اس منزل میں قدم ڈگمگا گیا اس رستے میں تیوری پر بل لے آئی اس سفر میں ہاتھ پاؤں کپکپا گئے تو ادھر سے بھی گئیں اور ادھر سے بھی آزمائش کا موقع اور امتحان کا یہی وقت ہے سینے پر آرے کلیجہ پر چھریاں اور زخموں پر نشتر چلیں مگر زہر کا گھونٹ شہد اور تلخی کا ہر قطرہ شربت ہو۔

ساجدہ نے یہ خط پڑھا اور میاں کو سنایا اکثر جگہ اس کی آنکھ میں آنسو آئے مگر جس وقت اس نے یہ آخری سطر پڑھی کہ۔

"بیٹی یاد رکھنا عورت کی مصیبت اسکی شرافت کی کسوٹی ہے کوشش کرنا کہ باپ دادا کی

آبرو میں فرق نہ آنے پائے اس دنیا کو خیرباد کہو اور اب اِدھر کی لو لگاؤ جہاں ہمیشہ رہنا اور سدا سہنا ہے ساجدہ منزل کڑی اور رستہ ٹیڑھا ہے خدا کا نام لو بسم اللہ کرو اور اب اس منزل میں قدم رکھو"

تو اس کو چکر آ گیا اور بیٹھ گئی تھانہ دار بھی اس خط کو سنکر متاثر تو ضرور ہوا مگر اس کی دلی خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ساجدہ میکے چلی جائے اور گھر اس کے جھگڑے سے پاک ہو: اس لئے وہ بدستور اپنی ضد پر اڑا رہا اب ساجدہ بھی مجبور اور خاموش تھی کہ ڈولی آگئ بدنصیب بیوی شوہر کے ہاں سے روتی ہوئی روانہ ہوگئی۔

(۱۱)

کلکٹر صاحب کے بنگلہ پر اِن کے دو دوست ایک ایک رات کے واسطے آ ایک تین بجے رات کے چلے گئے دوسرے جس وقت چلنے لگے تو بیرے نے اطلاع دی سونے کی گھڑی جو بکس کے اوپر رکھی تھی غائب ہے اول تو کوٹھی کلکٹر صاحب کی دوسرے گھڑی جیسکی وہ بھی کلکٹر مال کا ہضم ہونا اور واردات کا اخفا کرنا آسان بات نہ تھی پولس میں اطلاع ہوئی تھانہ دار صاحب نے ہر چند کوشش کی مگر پتہ نہ چلا بمشکل تمام اتنا سراغ لگ سکا کہ صاحب کے دوسرے دوست کا بیرا نذیر جو تین بجے رات کو صاحب کے ساتھ گیا گھڑی لے گیا۔ اتنا پتہ لگتے ہی تھانہ دار صاحب نے صاحب کو تار دیا کہ اپنے نوکر نذیر کو فوراً روانہ کر دیجئے۔

[illegible] سکتا تھا تار دیکھتے ہی بیرے کو بلایا اور کہا تم فوراً روانہ ہو جاؤ دوسرے روز صبح [illegible] صاحب کی خدمت میں حاضر تھا یہ کھلی ہوئی بات تھی کہ کوٹھی ایک کلکٹر کی [illegible] مگر دیکھنے کے قابل بات یہ تھی کہ ملازم بھی کسی گرے پڑے کا نہ تھا وہ بھی مجسٹر[illegible] نے دم دلاسے دیکر ہر چند پوچھا نذیر صاف انکار کر گیا تھانہ دار نے

حسبِ عادت سختی شروع کی اور جب اِس سے بھی کام نہ نکلا تو ہنٹر یا تھ میں لے کھال اُڑا دی
مرتا کیا نہ کرتا جب تھر اشر ہنٹر پڑنے لگے اور اِس کے سوا چارہ نہ رہا کہ بد بخت اقرار جرم کرے
تو نذیر نے کہا جی ہاں گھڑی موجود ہے۔

تھانہ دار۔ کہاں ہے ؟

۔ گھر پر رکھی ہے۔

نہ دار۔ اچھا ہم تمھارے ساتھ چلتے ہیں۔

چلیئے۔

انہ دار اور نذیر دونوں مع ایک سپاہی کے چلے اور دوپہر کے وقت پہونچے تو
مانہ دار صاحب سے کہا کہ آپ یہیں ٹھیریئے میں لاتا ہوں۔
تا کہ کر نذیر صاحب کے سامنے گیا اور اپنے کپڑے اتار کر پھینک دئے دیکھا تو اسکی
ھڑی ہوئی تھی اور بدھیوں میں خون جھلک رہا تھا نذیر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا میرا
م ملاحظہ فرمالیجئے تھانہ دار نے کھال اُڑا دی میں آس نہ پاس حضور کے ساتھ گیا ساتھ
ایا ابھی گھر جاتا بھی نصیب نہ ہوا تھا کہ حضور نے جانے کا حکم دیا فوراً روانہ ہو گیا اب اسکے
سوا علاج نہ تھا کہ چوری کا اقرار کرلوں اور اِس بہانے مصیبت سے نکلکر حضور تک پہنچ جاؤں
از نذیر کا تمام بدن نیلا ہو رہا تھا صاحب نے اِس سے صرف اتنا کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے
تم جاؤ اور ۔ ۔ تھانہ دار جانے لگا مگر اسی وقت ڈاکٹر کو بلوا کر اسکے جسم کا معائنہ کروا تحریر لے لی کہ
سخت مار پڑی ہے۔
صاحب کے انکار سے نذیر روتا پیٹتا تھانہ دار صاحب کے ساتھ پھر واپس ہوا مگر تھانہ
پہنچے ۔ ۔ تان صاحب نے طلب کیا اور باضابطہ مقدمہ قائم کر لیا۔

تھانہ دار کی گرفتاری نے یوں تو تمام شہر میں ہی تہلکہ مچا دیا تھا مگر جسوقت سے ساجدہ نے
یہ خبر سُنی اسکی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی اسکی حالت اسوقت ہمیشہ سے خراب تھی مگر شوہر
کے آگے وہ اپنا دُکھ اور تکلیف سب بھُول بسر گئی ایک مشہور وکیل نے پانسو روپیہ پیشی پر
رہائی کا وعدہ کیا افسوس یہ ہے کہ حشمت جسکی شادی کو پانچواں سال تھا اور جس نے
پانچ سال تک متواتر سینکڑوں ہزاروں روپیہ شوہر کی کمائی سے لئے اور اُٹھائے۔
پانچ پیسے دینے کے قابل نہ نکلی مگر ساجدہ جسکی چھاتی پر سوکن نے ہروقت مونگ دلی اتنا
سنتے ہی بے اختیار ہوگئی اسنے اپنا تمام زیور اُتار اجی کالیا اور ایک ہزار روپیہ جو اپنے
پاس موجود تھا ساتھ لے ڈولی میں بیٹھ عدالت میں حاضر ہوئی جسوقت گرفتار تھانہ دار سامنے
آیا اُس نے اپنے پاس بلایا اور اسکے قدم چُھوکر زیور اور روپیہ پیش کیا۔ اور کہا یہ جو کچھ ہے تمھاری
کمائی کا ہے اس کے صرف کا اس سے بہتر موقع اس سے اشد ضرورت اور کونسی ہوگی۔
یہ بھی عجیب نازک وقت تھا تھانہ دار کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اپنی اذیت سے
نہیں اس خیال سے کہ جس بیوی کے ساتھ میں نے یہ کچھ سلوک کیا وہ آج کس طرح اپنی سراوقت
کا جوہر دکھا کر اپنا اثاثہ مجھ پہ قربان کر رہی ہے اسکی زبان سے کچھ نہ نکلا مگر اسکے جسم کا ہر رونگٹا زبان
حال سے شکرگذار تھا ساجدہ اسی طرح اپنے باپ کو ساتھ لے وکیل کی خدمت میں حاضر ہوئی
اسکو دو ہزار روپیہ نقد دیا اور وعدہ کیا کہ کامیابی کے بعد ایک ہزار روپیہ اور نذر کرونگی۔
وکیل کی کوشش کامیاب ہوئی اور تھانہ دار بری کر دیا گیا مگر افسوس جس شخص نے بیوی
کو بیکار سمجھ کر دوسرا نکاح کیا اور عین اُس وقت جب رہائی کا حکم ملا شکر ادا کرنے کے واسطے بیوی
کی ڈولی کی طرف [illegible] بڑھتے دل کی بیماری جس میں عرصہ سے گرفتار تھا رنگ لائی اور
بے انتہا خوشی [illegible] قلب کی حرکت بند ہوئی اور ساجدہ کے قدموں میں گر کر مر گیا۔

(۱۴)

بیوگی کی چادر سیاہ کا سر پر آنا تھا کہ حشمت کی تمام عزت و وقعت ختم ہوئی وہی ماباپ
جو سہاگن کے قدموں میں آنکھیں بچھاتے تھے شیر کے کی طرح گھورنے لگے ایک علیحدہ کمرہ اسکو
مل گیا جہاں دن رات چوروں کی طرح حوالات میں بند پڑی رہتی برسات کے دن اور
ساون کا مہینہ تھا دلوار یچ حقیقی چچا کے ہاں لڑکے جھولا ہوا کنبہ کی عورتیں محلہ کی لڑکیاں
سب جمع تھے خود قدیر کی بیوی فیروزہ چونکہ شوہر زندہ اور سہاگن تھی شریک ہوئی مگر حشمت
اس لئے کہ اب اسکو دنیا میں زندہ رہنے اور کسی سے بات کرنے ہی کا کوئی حق نہ تھا شریک
نہ ہو سکی شادیوں کے موقعے اکثر آئے جلسوں کے اتفاق بارہا ہوئے دنیا شریک ہوئی لیکن
حشمت کو اجازت نہ تھی حد یہ ہو کہ ایک روز دن کے وقت اپنے کمرہ میں بیٹھی کنگھی کر رہی تھی۔
اور اتفاق سے دروازہ کھلا ہوا تھا قدیر آگیا اور نظر بیٹی پر پڑ گئی دیکھتے ہی آنکھوں میں خون
اُتر آیا اور بیوی سے کہا:۔

یہ ستم اور غضب ہے کہ رانڈ ہو کر بھی سر گوندھنے کا مزہ نہ گیا کون اس کا دیکھنے والا بیٹھا
ہے جسکے لئے سر گوندا رہی ہے۔

فیروزہ۔ مجھے تو خبر ہی نہیں ادھر بیٹھی ہوں۔

قدیر۔ جاؤ ادھر جاؤ آنکھیں کھولکر دیکھو۔

فیروزہ جاکر دیکھتی ہے تو واقعی حشمت سر گوندہ رہی تھی دونوں میاں بیوی برس پڑے۔
اس واقعہ کے بعد سے پھر بدنصیب کو سر گوندھنا تو درکنار ہنسکر بات کرنا بھی قسم تھا دن رات
وہ تھی اور سر نے والے شوہر کی یاد کئی دفعہ قصد کیا کہ پھوپی کی طرح زہر کھا کر مرجاؤں مگر اب
قدیر نے یہ احتیاط کر دی تھی کہ اس قسم کی کوئی چیز گھر میں نہ آنے پائے۔

تھانہ دار کی زندگی میں حشمت پانچ برس کی بیاہی چوتھی کی دُلہن تھی سر سے پاؤں تک
... کی طرح زیور میں بھری پھولوں میں بسی عطر میں ڈوبی لیکن اب یہ کیفیت تھی کہ کپڑے
... پٹ سر پھولا ہوا بدن چھپایا ہوا ہاتھ میں چوڑی نہ پاؤں میں چھا۔ گلا

قدیر کے لڑکے ظہیر کی شادی ٹھیری اور تین روز پہلے سے بندک ابتدا ہو گئی کہ حشمت
اپنے کمرہ سے دن کے وقت باہر نہ نکلے مگر جیتی جان کے ساتھ ہزار ضرورتیں تھیں دلہن کا
جوڑا کترا جا رہا تھا کہ حشمت باہر نکلی یہاں ہم کو قدیر اور فیروزہ سے جہاں آرا کے معاملہ میں کوئی
شکایت باقی نہیں رہتی جن وہمیوں نا ہنجاروں کو بیٹی کی صورت ناگوار ہوئی انہوں نے بہن
کے ساتھ جو کچھ کیا وہ جائز بیٹی کا آنا دونوں ہی کو ناگوار ہوا اور تجویز یہ ہوئی کہ جب تک شادی ہو
حشمت کو سسرال بھیجدیں یوں بھی حشمت جاتی آتی رہتی تھی اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ بھیجدی گئی۔

تھانہ دار کا چھوٹا بھائی ہارون جو اب تک پردیس میں تھا اور اب بھائی کے مرنے
کی خبر سنکر آیا حشمت کی صورت دیکھتے ہی بے قابو ہو چکا تھا اور کئی دفعہ قصد کیا کہ نکاح کا پیغام دے
مگر یوسف شاہیوں کی آن معلوم ہونے کے بعد کس کی ہمت تھی کہ بیاہ تو درکنار اس سلسلہ میں
کوئی بات بھی زبان سے نکال سکتا تھا اسوقت حشمت بی اپنی موجودہ زندگی سے بیزار تھی اور
اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر باقی عمر اسی طرح بسر ہونی ہے تو موت زندگی سے بہتر۔

حشمت ڈولی سے اُتری تو ہارون کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا آواز سنتے ہی
دروازہ پر آیا اور دیکھتے ہی کہنے لگا۔

ہا۔ اس وقت تو جو دعا مانگتا قبول ہوتی۔

ست۔ میری موت کی دعا کیجئے۔

ون۔ تو بہ ... تو یہ کہنے کی باتیں ہیں۔

حشمت۔ ہاں سچ کہتی ہوں اس زندگی سے موت بہتر ہے۔

ہارون۔ یہ زندگی خود تمہارے اپنے اختیار میں ہے جس وقت چاہو بدل لو۔

حشمت نے اس کا جواب کچھ نہ دیا اور اس خیال سے کہ اپنے مقصد میں جلد کامیاب ہو جاؤں گا اسی روز بیوہ بہن کا نکاح کوتوال صاحب کے چھوٹے بھائی سے کر دیا نکاح کے بعد ظہیرہ کی دن رات یہ کوشش تھی کہ بھائی کا نکاح حشمت سے ہو جائے مگر یہ نکاح آسان نہ تھا قدیر فیروزہ اور فیروزتین کو موت آجاتی جب یہ ایک نکاح شاید ہوتا تو ہوتا ہارون کی محبت کا اثر حشمت پر بھی اندر ہی اندر تھوڑا بہت ہو رہا تھا اور اگر باپ کی بے ہمتی اور ماں کی زیادتی نہ ہوتی تو تعجب نہیں کہ وہ بقیہ عمر ہنسی خوشی میکے میں بسر کر دیتی اور نکاح ثانی کا نام نہ لیتی لیکن حالات نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ اس کو زندگی کا ایک ایک لمحہ وبال تھا کسی ماما مغلانی لونڈی باندی تک کو حکم نہ تھا کہ تنہائی میں جا کر اس سے بات کرے ممکن تھا اگر اس عرصہ میں کوئی بچہ ہوتا تو شاید وہی بیوہ کا دل بہلا دیتا مگر یہ بھی نصیب نہ تھا اب ہر وقت آئندہ زندگی کا فکر تھا اور وہ تھی شام کے قریب ایک روز وہ خاموش اپنے کمرہ میں لیٹی تھی کہ ظہیرہ آئی اور اسکے پاس خاموش بیٹھ گئی۔

ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد ظہیرہ نے کہا:۔

بھائی جان کچھ کہہ تو سکتی نہیں مگر آپ دیکھ رہی ہیں کہ چھوٹے بھائی کی حالت کیسی ہوتی چلی جا رہی ہے آخر اب خود ہی کوئی تجویز بتایئے کہ کیا جائے۔

حشمت۔ میں اس کا کیا جواب دوں تم جانتی ہو کہ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں اگر ایسا خیال بھی کرونگی تو جس طرح تین جنازے پھوپی جان کے اس گھر سے نکلے اسی طرح تین جنازے اور نکلیں گے تم خود اپنی حالت دیکھ لو کہ جب تک تمہارے بھائی زندہ رہے نکاح نہ ہو سکا۔

ظہیرہ - پھر آخر کیا ترکیب کی جائے -

حشمت - کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی -

ظہیرہ - تو کیا تم کو ان پر رحم نہیں آتا -

حشمت - میں رحم کر کے کیا کر سکتی ہوں -

ظہیرہ - تم سب کچھ کر سکتی ہو -

حشمت - جو کچھ تم نے کیا میں کرنے کو تیار ہوں مگر تم نے ہی کیا کر لیا جو مجھ سے چاہتی ہو -

ظہیرہ - میں تو سخت حیران و پریشان ہوں انکی حالت دیکھی نہیں جاتی تمھاری مجبوریاں [illegible] تین بلکہ چار گھنٹہ تک نند بھاوجوں کی باتیں اس طرح ہوتی رہیں [illegible] وقت ظہیرہ ایک خط حشمت کو دے گئی نند کو رخصت کرنے کے بعد حشمت نے خط نکال [illegible]

حشمت جہاں بیگم ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اب جبکہ میری [illegible] یہ حق حاصل ہے کہ میں اپنے نکاح کا پیام تم کو دوں میں جانتا ہوں کہ یوسف [illegible] خاندان میں بیوہ کا نکاح ایک قیامت ہے [illegible] خون ہونگے [illegible] ہوگا [illegible] کہ میں خود ہی تم پر قربان ہو جاؤں - اچھا حشمت خدا حافظ"

ان چار سطروں کو پڑھنے کے بعد حشمت کی دل کی کیفیت کچھ اور ہو گئی اور اس نے سوچا کہ واقعی ایک شخص کا خون میری گردن پر ہوگا لیکن میں خود مجبور ہوں کہ کچھ نہیں کر سکتی [illegible] ہاں اس میں تو کچھ حرج نہیں کہ میں اماں جان سے باتوں باتوں [illegible] اور ایک یہ دریافت کروں میں جانتی ہوں کہ وہ آگ بگولا ہونگی - ابا جان سے ذکر کروں گی تو آفت ہوگی زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مجھے مار ڈالیں گے بلا سے میری موت ادھر مجھ کو تمام [illegible] سے [illegible] دلوائیگی ادھر جب میں نہ ہونگی تو ہارون جو چاہے سو کرے لیکن خط کا جواب

تو لکھ دوں ظہیرہ اس قدر اصرار کر گئی ہے کل وہ پھر آئے گی۔

دل میں یہ فیصلہ کر کے حشمت قلم و دوات لے کر بیٹھی کئی پرچے لکھے اور پھاڑے مگر ایک بھی ٹھیک سمجھ میں نہ آیا آخر اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکلی ماں کے پاس آئی ارادہ کیا کہ کچھ کہوں مگر زبان تک نہیں نکلی پھر اندر گئی اور لکھنے بیٹھی ڈیڑھ دو گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا کبھی اندر جاتی کبھی باہر آتی مگر نہ اس سے کچھ کہا سکتی نہ کہا جاتا تھا یہاں تک کہ شام ہوئی اور شام سے رات ہو گئی جاڑوں کا موسم تھا پلنگ پر لیٹی اور کچھ سوچنے لگی۔ دیر تک اسی چکر میں منہمک رہی۔ سوچتی تھی لکھتی تھی پھاڑتی تھی اٹھتی تھی ٹہلتی تھی بیٹھتی تھی اس تمام محنت اور غور و فکر کا نتیجہ یہ ایک فقرہ تھا۔

"مجبور ہوں کچھ میں نہیں آتا کیا جواب دوں"

(۱۳)

گرمی اس غضب کی پڑ رہی تھی کہ الامان الحفیظ بڈھا قدیر ادھیڑ فیروزہ چاندنی رات میں اجلے برف کپڑے پہنے سپید چادروں پر بیٹھے تھے موتیا کی لٹیں پھولوں سے آ رہی تھیں دولہا دلہن کا کمرہ گلاب گندی کی دکان تھا۔ لیکن حشمت اپنی کوٹھری اور کپڑوں کے اعتبار سے دیوانی کے قیدی سے کچھ ہی بہتر تھی عورت تھی جوان تھی دل تھا ارمان تھا۔ پھولوں کو سونگھ کر چاندنی میں لیٹ کر ہوا میں بیٹھ کر وہ بھی زندہ رہنے کی خواہشمند تھی اور زندگی منحصر تھی کچھ آسائشوں پر جو ختم ہو چکی تھیں کچھ راحتوں پر جو نہ رہی تھیں۔

دل صرف آہ کرنے کو اور آنکھیں فقط حسرتوں کے رونے کو باقی رہ گئی تھیں وہ ایک علیحدہ چھت پر رہتی جہاں صرف چاندنی ادھر اسکے درد کی شریک اور ادھر درد کے زخم پر کچوکے دینے کو موجود تھی۔ سوچتی تھی۔ جوانی کا بادل گھر گھمنڈ کر آیا مگر برسنے۔

ہوائے اُڑی دھواں دھار گھٹا جس کو سمجھا تھا کہ مدتوں کی جلی بُھنی کھیتیوں کو جل تھل اور سُوکھی کیاریوں کو لہلہا دے گی دیکھتے دیکھتے ہی اُتر گئی کہنے کو پانچ چھ برس سہاگن رہی مگر آنکھ کھلی تو کچھ نہ تھا کیا یہ زندگی زندگی ہے کیا بیوہ عورت عورت ہے قبر کی زندگی اس زندگی سے یقیناً بہتر ہوگی اگر وہاں ہوگی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کا احساس نہیں ہے کیا میری عمر اس قابل نہیں کہ میں نکاح کروں کیا اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی یہ درست ہے کہ میں تیس کے قریب پہونچ جاؤں گی اور یہ بھی صحیح کہ بیسی اور کھیسی لیکن میں آئینہ دیکھتی ہوں تو میری صورت بدستور میرا رنگ روغن وہی چہرے پر جھری نہیں بڑھاپے کا آثار نہیں بالکل لڑکی بڑی ہوں خدا کا غضب بڑھیا اماں قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہیں ان کو سب کچھ چاہیے بغیر چھ ماشہ عطر کے نہانا گناہ سوا موتیا کے تیل کے اور تیل ڈالنا قسم ہفتہ میں چار دفعہ کپڑے بدلیں گرمی میں ایک دن بیچ اور جاڑے میں جمعہ کے جمعہ مہندی لگائیں سرمہ ہو کاجل ہو کنگھی ہو چوٹی ہو جاڑا گرمی برسات پھولوں کی بالیاں ناغہ نہ ہوں دانت بلنے لگے مگر مسّی کی دھڑی نہیں چھوٹتی اور میں میرے کھانے پینے کے دن پہننے اوڑھنے کا وقت ایک ایک چیز کو ترسوں۔ ایک ایک سے بھٹکوں بناؤ کے قریب نہ جاؤں سنگار کے پاس نہ پھٹکوں اُس روز صرف سر گوندھنے پر کیا قیامت ٹوٹی ہے توبہ توبہ۔

شرم حیا غیرت ہر چیز کا موقعہ اور وقت ہوتا ہے اس زندگی کو اور اس حیا کو سلام دونوں ہاتھوں سے سلام بہت ہوگا اماں ابا جان سے مار ڈالیں گے پھر کیا ہے جان جائی جا چکی اس زندگی سے تو موت اچھی بہت اچھی۔

بوا کس قدر بسر ہو رہی ہیں کل کا پرچہ واقعی ایسا ہے کہ دیکھ کر دل کٹتا ہے میری ایک [illegible] کی زندگی برباد ہوگی اس کا عذاب مجھ پر نہیں تو کس پر ہوگا اس کے معنی تو

یہ ہوئے کہ عورت صرف ماباپ کے لیئے پیدا کی گئی ہے اگر ایسا ہے تو خود امّا جان اور ابّا جان کو کیا حق حاصل ہے کہ اپنی زندگی مزے سے بسر کریں اور والدین کا کبھی بھول کر بھی برسوں خیال نہ کریں ذرا ابّا جان اپنے گریبان میں تو منھ ڈالیں۔ کہیں شادی تک میں امّا جان کو رات کے رہنے کا حکم نہیں اوّل تو کہیں جاتی ہی مشکل سے ہیں اور ان کا جانا کیا جہاں کی اجازت مل چلی گئیں دوسرے جاتی ہیں تو ایسی اٹھاؤ چولھا کہ ادہر گئیں اُدھر آئیں۔ ابّا جان مجھ پر تو ایسے بگڑے مگر خدا کو کیا منھ دکھائیں گے نانا جان کے آخر وقت امّا جان ایک رات رہ گئی تھیں گیا قیامت توڑی ہے تعجب ہے کہ دنیا بھر کی تمام خوشیاں صرف ان ہی کی ذات کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔

اگر واقعی عورت صرف ماباپ کے لیئے پیدا کی گئی ہے تو پھر یہ شادی بیاہ کیا معنی رکھتا ہے کیا مزے کی سیر ہے کہ پہلے نکاح کا تو یہ فکر یہ کوشش یہ پریشانی کہ دیر لگی تو کھانا پینا تک چھوٹ گیا اور اب وہی میں وہی امّا وہی باوا کہ دوسرا نکاح گناہ کبیرہ عذاب شدید حرام قطعی گویا پہلا نکاح اللہ میاں پر احسان تھا فرض پورا کرنا تھا پُچھڑا اُتارنا تھا۔

اگر بوا کا اصرار ایسا ہی رہا اور ہارون کی حالت ردّی ہوتی گئی تو اس کے سوا اور کیا کر سکتی ہوں کہ امّا جان سے پوری کیفیت بیان کر دوں۔

حشمت کی رات کا بڑا حصہ اسی اُدھیڑ بن میں بسر ہوا گھر بھر پڑا سوتا تھا اور وہ اکیلی ان ہی الجھنوں میں چکرا رہی تھی مگر سوچتی کچھ تھی ہوتا کچھ تھا۔ کامیابی کی کوئی امید اور اطمینان کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ گرمی کا موسم تھا نماز صبح کے وقت قدیر بہن حشمت کی پھوپی بیٹے کی شادی کا بلاوا دینے آئیں کہ آج رات کو وہ بھی بڑ

چنبیلی کے دو پھول یہ سمجھ کر کہ نماز کے وقت اتار دوں گی حشمت نے دونوں لوکوں میں ڈال لئے تھے پھوپی کے آنے کی خوشی میں پھول اُتارنے بھول گئی اور سیدھی جا گلے سے لپٹ گئی ادھر قدیر ادھر پھوپی ادھر ماسامنے دو لہا دولہن اور ایک طرف حشمت پانچ آدمیوں کی نظر قہر آلود ایک حشمت کے چہرہ پر نہیں اس کے کانوں پر تھی اور اس بدنصیب کو خبر نہ تھی کہ مجھ پر عنقریب ایک ستم ٹوٹنے والا ہے کہ پھوپی نے کہا بیٹی یہ کانوں میں پھول کیسے ہیں؟ کیا اتاجان نے اور نکاح کر دیا رانڈ کو پھول پہنائے ہیں۔

حشمت کو کاٹو تو بدن میں خون نہیں قدیر غصہ میں لال فیروزہ آپے سے باہر ایک چور تھا کہ سامنے بیٹھا تھا اور جس کا بس نہ چلتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور سماجاؤں پھوپی کا سوال ختم ہو کر کچھ دیر سناٹا رہا اس کے بعد ما بولی:۔

دیکھئے یہ کم بخت کیا ستم ڈھاتی ہے آج تک کسی بیوہ نے بھی پھول کو ہاتھ لگایا ہے سچ پوچھو تو ناک کٹ گئی تقدیر کی خوبی ہے جو نہ دیکھا تھا وہ دیکھ لیا۔

قدیر۔ میں مغل ہوں اور اُس باپ کا بیٹا جس کی صورت سے خون ٹپکتا تھا دم بھر میں اس مردار کا صفایا کرے دیتا ہوں۔

قدیر کے منہ سے کف جاری تھے آنکھوں سے آگ برس رہی تھی فیروزہ کی کیفیت یہ تو نہ تھی لیکن غصہ میں تھر تھر کانپ رہی تھی وہ مصلحت کیا سمجھتی مگر وقت نے بتا دیا کہ ما پھوپی کی لتاڑ اور چیخ دھاڑ نے باپ کا غصہ ٹھنڈا کیا اور ذرا ان کی آنکھ ادھر ہی تو وہ چپکی اُٹھ کمرہ میں چلی گئی۔

ب پانی سر سے گذر گیا تھا اور حشمت اپنے مستقبل کے متعلق اُس وقت نہایت

سختی سے غور کر رہی تھی کہ نند کی ڈولی اُتری اس کو دیکھ کر خیالات میں ایک قسم کی تبدیلی ہوئی فکر ایک ایسے اضطراب سے بدلا جس میں خوشی کی جھلک موجود تھی نند بھاوجیں اُٹھ کر گلے ملیں پہلی بات جو نند کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی۔ ایسی خاموش کیوں بیٹھی ہو؟

بھاوج۔ یوں ہی۔

نند۔ یوں ہی کی کوئی وجہ بھی

بھاوج۔ یوں کی بھی کوئی وجہ ہوتی ہے۔

نند۔ ہوتی کیوں نہیں۔

بھاوج۔ قریب قریب ہر وقت خاموش ہی رہتی ہوں۔

نند۔ مگر ایسا چُپ چپ میں نے کبھی نہیں دیکھا دل بھرا ہوا تھا نند نے کچھ ہمدردی سے گفتگو کی کہ حشمت کی آنکھیں آنسو آگئے اس نے آنسو بھری آنکھوں سے نند کی طرف دیکھا آنسو آنکھ میں چھپکے اور نند نے آگے بڑھ کر بھاوج کو گلے لگایا اور کہا:۔

خدا کا واسطہ اپنی حالت پر رحم کرو میں تو اسی واسطے فجر ہی فجر آگئی کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جمعہ کو قطعی جواب دوں گی۔

بھاوج۔ کیا خاک جواب دوں عقل کام نہیں کرتی وہ کیوں قربان ہوں تم ہی اپنے ہاتھ سے میرے پیٹ میں چاقو بھونکتی جاؤ کہ نہ میں ہونگی نہ یہ مصیبت ہوگی رات کو اتنی غلطی ہوئی کہ دو پھول لوگوں میں بھر لئے تھے صبح سے وہ حشر ٹوٹا ہے کہ خدا کی پناہ۔

نند۔ میری رائے میں تو اب اس کا علاج یہی ہے کہ میں نے چھوٹے بھائی سے بھی صلاح لی تھی ان کا مشورہ یہی ہے کہ وہاں چل کر چپکے سے نکاح کر لو پھر جیسی

ہو گی دیکھی جائے گی۔

بھاوج۔ ہائے اتنی ہی ہمت تو نہیں ہے پھر ہیں تو ماں باپ دل سے کاٹ دوں تم مجھ کو وہ صلاح بتاتی ہو جو خود نہ کر سکیں پھر کی مصیبتیں بیٹ لیں لیکن اور کچھ نہ کر سکیں۔

نند۔ یہ تو درست ہے میری خوش قسمتی تھی کہ اللہ نے بھا بھیجد یا نہیں میری مٹی بھی ایسی ہی پلید تھی۔ لیکن حطلع

بھاوج۔ میں تمھارے ہاں آج تو نہیں انشاءاللہ صلاح کریں گے۔

نند۔ اس کل کل میں دیکھو اتنے دن تو گذر گئے اور اسی طرح جا رہے ہیں۔ گذار لو جب تک دل کڑا نہ کرو گی کچھ نہ ہوگا۔

بھاوج۔ نہیں میرا دل بھی اب بھر گیا ہے۔

نند۔ کل پھر اور کسی دن پر ٹال دو گی۔

بھاوج۔ نہیں کل تصفیہ ہو جائے گا۔

نند۔ تو بھائی کو خوشخبری جا کر سنا دوں۔

بھاوج۔ یہ وعدہ تو میں نہیں کرتی مگر ہاں کل اس بات کو یکسو کر دیں گے۔

(۱۴)

جہاں آرا کی ہڈیاں گل کر خاک ہو چکیں مگر ممتا کی ماری ماں کے دائیں بائیں دو معصوم قبریں غیرت نسوانی کی عدیم النظیر مثال ہیں قبرستان میں گذر جانے والے بھولے بھٹکے راہی کی نظر جب ان تین قبروں پر پڑتی ہے تو ننھے ننھے مزاروں کی بے بسی اور بے کسی

ہاں گلاب کے پھول ہیں نہ سبزۂ خوابیدہ دریا کا کنارہ ہے
نا میدان اور قیامت کا سناٹا ہے مگر وہ دل جو اولاد کے
ں جو بھولے بھولے چہروں کی عاشق ہیں کھٹک کر ٹھٹک جاتی
ح پھولوں کی سیجوں یا کھرّی چارپائیوں پر ہر ایک ماٹھیک ٹھیک
ہے اسی طرح اس جنگل بیابان میں اس عالم سنسان میں ادھر
میں لئے یہ ماں بیچ میں لیٹی اپنے پیاروں کو سلا رہی ہے ضرورت
غیرت کا بے مثل جذبہ غارت نہ ہوتے دنیا اور عالم نسواں کو
عورتیں غیرت کی وقعت کتنی کرتی ہیں اور زیادہ نہیں تو اتنا کر دیتا
کا کنبہ پڑھ کر اس واقعہ سے باخبر ہو جاتا اور سمجھ جاتا کہ شہید غیرت
ں مرح بچوں کو لوری دی رہی ہے لیکن دنیا کا ہر مرد قدیر اور عورت فیروزہ نہ تھی
بہت سے اللہ کے بندے نظر پڑتے ہی دل پکڑ لیتے اور بیٹھ جاتے اور کہتے کیا دل کہتا ہوگا
اس ماں کا جس کے دو بچے اس طرح آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ گئے ہوں۔

دنیا جہاں آرا کو بھول گئی قدیر اور فیروزہ کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس گھر میں اور
ان کی بدولت تین ہستیوں پر کیا کچھ گذر گئی ہے بیٹا اور بہو زندگی کا سہارا تھے اور ان کا
با وا دیکھ کر باغ باغ ہوتے تھے جوان رانڈ بیٹی گھر میں موجود تھی مگر کیا مجال جو اس کی
ضرورت یا آسائش تو درکنار کسی قسم کا بھی خیال آجاتا ہو۔ قدیر باپ تھا اس سے چنداں
شکایت نہیں تعجب ہے فیروزہ پر سگی ماں یہ بھی نہیں کہ سوتیلی ہو مگر جب بیٹا بہو میاں
تینوں کھا چکتے اس کے بعد حشمت کو کھانا دیتی کپڑے کا تو ذکر ہی فضول ہے خود بیوہ
ہونے کے بعد حشمت پھوپی کو یاد کرتی ان کی موت پر روتی اور زبان سے نہیں دل ہی

دل میں کہتی کہ کیسی بدنصیب کیسی کرموں جلی کس قدر نصیبوں پھوٹی عورت کہ دنیا کی کوئی بہار بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی اور اپنے ساتھ بچوں تک کو فنا کر دیا۔

جاڑوں کے موسم میں ایک روز دوپہر کے وقت قدیر کا لڑکا ظہیر گرم پانی سے نہایا کپڑے بدلے کھانا کھایا چاول تھے تو میٹھے لیکن وقت کی بات تھی کہ اِدھر کھا کر اُٹھا اُدھر سینہ میں کچھ کسک سی معلوم ہوئی غروب آفتاب تک تو یہ کیفیت کہ درد کے مارے مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا قدیر اور فیروزہ بچہ کی یہ تکلیف دیکھ کر بے اوسان تھے ڈاکٹر آتا تھا اور جاتا تھا حکیم بیٹھتا تھا اور اُٹھتا تھا رات بھر یہ تانتا لگا رہا دوائیوں پہ دوائیاں اور تیل پہ تیل پلائے بھی اور لگائے بھی لیکن درد میں کمی نہ ہوئی صبح سے دوپہر ہوئی دوپہر سے شام ہر چیز میں اور حالت میں کچھ نہ کچھ فرق آیا مگر ظہیر کے درد میں فرق نہ آسکا دوسرے دن صبح کو حالت اتنی خراب ہوئی کہ لینے کے دینے پڑ گئے حکیم اور ڈاکٹر سب خاموش ہوئے اور اِن کے مایوس ہوتے ہی قدیر اور فیروزہ دیواروں سے سر پھوڑنے لگے۔

حشمت بہن تھی دشمن نہ تھی وہ بھی ماں کے درد اور باپ کے صدمہ میں بہت کچھ شریک تھی لیکن خدا معلوم دونوں میاں بیویوں کے دل میں کیا خیال سما گیا تھا کہ وہ حشمت کو قریب قریب بھائی کا دشمن سمجھ رہے تھے اور یقین یہ تھا کہ بھائی کی موت سے اِس کو خوشی ہوگی یہ ہی وجہ تھی کہ وہ لوگ سر پھوڑ رہے تھے یہ جدا بیٹھی رو رہی تھی یہ دن بھی ختم ہوا مگر مریض کی تکلیف ختم نہ ہوئی صحت ہوئی نہ موت آئی اب ظہیر بیہوش پڑا تھا آدھ آدھ گھنٹہ بعد برائے نام آنکھ کھول دیتا لوٹی پھوٹی ایک آدھ بات وہ بھی اس طرح کہ کچھ سمجھ میں آئی اور کچھ نہ آئی کر لیتا اور پھر غوط میں چلا جاتا کل دن بھر اور رات بھر بخار رہا کا تھا لیکن آج دن کو تیز رہا اور شام سے تو یہ کیفیت ہوگئی کہ بدن پہ ہاتھ دھرنا مشکل تھا اِسکے ساتھ درد

اذیت الٰہی تیری پناہ اِس غضب کی تھی کہ جب آنکھ کُھل جاتی تھی تو ایک ایک کی صورت دیکھتا تھا اور آواز سے نہیں اشاروں سے تلملاتا تھا اور چلّاتا تھا دونو ماباپ سامنے بیٹھے یہ سب کیفیت اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے جان نکلی اور کلیجہ مسلا جارہا تھا دنیا آنکھوں میں اندھیری تھی اور یہ وہ وقت تھا کہ قدیر اور فیروزہ دونو حالتِ یاس و ناامیدی میں ڈاکٹر اور حکیموں کا منھ اِس طرح تک رہے تھے گویا موت اور زندگی اِن ہی کے اختیار میں ہے ہم کہہ چکے ہیں کہ یوسف شاہیوں کا خاندان سوا ایک آن کے جو وبالِ جان تھی پکّا مسلمان تھا دونوں میاں بیوی دن رات نمازیں پڑھ رہے تھے بلبلا رہے تھے اور گڑگڑا رہے تھے بکروں پر بکرے اور خیراتوں پر خیراتیں ہورہی تھیں مگر مرض کو افاقہ کسی طرح نہ ہوتا تھا اور اب ناامیدی اِس حد کو پہونچ چکی تھی کہ فیروزہ جانماز سے اُٹھ کر دیوانوں کی طرح آتی بچہ کا منھ دیکھتی دم کرتی ہٹ جاتی اور پھر آجاتی بیہوش ظہیر کے منھ پر منھ رکھتی چمٹتی کبھی اس کی منتیں کرتی اور کبھی خدا کے آگے بلبلاتی چوتھی رات کا بڑا حصہ اسی اضطراب میں گذرا دو بجے ہوں گے میاں بیوی خاموش اِدھر اُدھر بیٹھے تھے اور بچہ بیچ میں چپکا پڑا تھا کہ قدیر ہائے کہہ کر اُٹھا اور بیوی سے کہا:۔

"ارے کیا ہورہا ہے کیا کروں"

فیروزہ۔ قربان ہوجاؤں اِس صورت پر اے ظہیر ذرا آنکھ تو کھول۔

قدیر۔ میری زندگی اِس زندگی سے میری خوشی اِس صورت سے اگر خاک یہ نہ ہوا تو میں رہ کر کیا کروں گا۔

فیروزہ۔ دنیا بھر کی کوششیں ہوچکیں حکیم اور ڈاکٹر کوئی نہ چھوڑا ہونے کے بعد گئے مگر حالت میں فرق نہیں ہوتا۔

قدیر - بخار کسی طرح کم نہیں ہوتا دیکھو تو سہی بدن تانبا ہو رہا ہے شام کو ذرا پسینہ آ گیا تھا جان میں جان آ گئی تھی میں نے سمجھا خدا نے ہماری طرف دیکھ لیا اب پسینہ آ کر بخار اُتر جائے گا مگر دیکھلو آنچ ہو رہا ہے۔

فیروزہ - ہائے کیا کروں پتے بھُن رہے ہیں یہ پھول سا بدن اور یہ بخار۔

اب کچھ دیر تک خاموشی تھی دونوں میاں بیوی بیٹھے خاموشی کے ساتھ اپنی مصیبت کا نالہ کر رہے تھے باہر سے گھنٹے کے چار اس کے ساتھ گجر بجنے کی آواز کان میں آئی فیروزہ باہر نکلی تو آسمان تاروں کا تھال سر پر لئے کھڑا تھا اور یہ منظر بجائے خود ایک درس عبرت تھا اندر آئی لیکن کمر پٹرا اور ہاتھ پاؤں شل ہو رہے تھے لیٹنے کی دیر تھی فوراً آنکھ لگ گئی یہاں ایک اور ہی سماں آنکھ کے سامنے تھا دماغ میں چونکہ ظہیر کی علالت کے سوا کچھ نہ تھا اس لئے اس کا پلنگ وہی مریض اور دونوں میاں بیوی خاموش دکھائی دیئے فرق صرف اتنا تھا کہ بیمار بجائے کمرہ کی چھت کے آسمان چھت کے نیچے تھا اور سر پر تارے اور چاند چمک اور دمک رہے تھے حالت ناامیدی میں فیروزہ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اس نے اپنے گھر سے دھواں اُٹھتے دیکھا حیران ہوئی کہ رات کے وقت اس غضب کا دھواں کہیں گھر میں آگ تو نہیں لگ گئی دوڑی ہوئی [illegible] طرف گئی تو کچھ نہ تھا اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا بہت نہ چلا دھوئیں کی طرف [illegible] کہ جہاں آرا کے کمرہ سے دھواں نکل رہا ہے اب یہ کمرہ حشمت کا تھا [illegible] ماں آرا کا آخری منظر اس کمرہ میں قطعاً بھول چکی تھی مگر دیکھتی کیا ہے [illegible] نوں بچوں کو پہلو میں لئے مردہ پڑی ہے اور دھواں اس کے منھ سے [illegible] ڈر کر باہر آئی اوپر دیکھا تو ہوا دھوئیں کو اُڑا لئے آسمان

ہاسفر اسلئے چلی جارہی ہے دہشت کے مارے آواز نہ نکلتی تھی ارادہ ہر چند کرتی تھی کہ میاں کو جگائے یا ہلائے لیکن گھگی بندھ چکی تھی فیروزہ کی نگاہ آسمان پر تھی کہ ایک خوفناک بلاسی آسمان سے اُترتی دکھائی دی دہوان بند ہو چکا تھا اور اب آسمان پر اور ہوا میں دھوئیں کی بجائے یہ بلا چھائی ہوئی تھی فیروزہ ڈر تو پہلے ہی رہی تھی بلا کی صورت دیکھتے ہی لگی تھر تھر کانپنے بھاگنے کا راستہ نہیں چھپنے کا موقعہ نہیں جدھر جاتی ہی رستہ بند اور جدھر نظر ڈالتی ہے بلا موجود یہاں تک کہ وہ بلا اس کے گھر میں داخل ہوئی اور برابر میں ساس نے آکر کہا:۔

اب اس ڈر کے کیا معنی. بدنصیب دکھا دیا تھا سمجھا دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جہاں آں را لی آہ کلیجہ توڑ دے گی کیا آج کے پیچھے آج ہی جلتے ہیں دنیا وہی ہے دن وہی راتیں وہی تو وہی تیرا میاں وہی وہ تیرا فعل تھا کہ بدنصیب نند اور بیوہ بہن کو بھرے مہمانوں میں اتنا ذلیل ایسا شرمندہ اور اس قدر رسوا کیا کہ ذلت اس کی جان شرمندگی اس کے بچے اور رسوائی تینوں زندگیاں لے کر بھی ختم نہ ہوئی اسلئے ایک نہیں تین قربانیاں تیرے ظلم کی نذر کیں اور ہنستی کھیلتی دنیا سے اُٹھ گئی اس کی آہ کچھ وقعت اور اس کا کلیجہ کچھ عزت رکھتا تھا تیری نگاہ میں نہیں اُس نگاہ میں جس کو تو اور وہ حاکم اور محکوم ظالم اور مظلوم سب یکساں ہیں تیرا فعل ہو چکا تیری حکومت ختم ہو چکی لاریب تو گھر کی مالک تھی بلاشبہ اُسکی رسوائی تیرے قبضہ میں اس کے بچے تیرے اختیار میں اور وہ خود تیرے بس میں تو اس سے طاقت ور اُس سے افضل اس سے اعلیٰ سہاگن شوہر والی بچوں کی ماں لیکن کوئی تجھ سے بھی زیادہ طاقت ور تجھ سے بڑھ کر اختیار والا اور تجھ سے بہت زیادہ قدرت والا تھا یہ اُس کا فعل ہے اور ضرورت ہے کہ اس سے جو حقیقت میں قہر اسے جا لو نہیں

تیرے اعمال ہیں بھوت پلید نہیں تیرے بیجوں کے پھل ہیں تو خوف نہ کھا آگے بڑھ کر
اس کا استقبال کر۔

بلا نے گھر میں داخل ہوتے ہی چاروں طرف نظر ڈالی اور ظہیر کے کمرہ میں داخل
ہوئی اس کی آنکھ سے شعلے نکل رہے تھے اس کی سانس سے آگ برس رہی تھی اس کے
اندر داخل ہوتے ہی فیروزہ اس کے پیچھے پیچھے اندر پہونچی کہ ظہیر کو چھپائے اور صرف
اتنا کہہ سکی :۔

"ارے میرا بیمار بچہ"

یہ آواز اس طرح تھی کہ قدیر جو لڑکے کے پاس بیٹھا تسبیح پڑھ رہا تھا پاس آیا اور جگا کر
کہا کیا ڈر رہی ہو۔

فیروزہ گھبرا کر اٹھی اور سیدھی بچہ کے پلنگ پر پہونچکر اس کو لپٹ گئی اور کہا

"بلا کدھر گئی"

قدیر۔ کیسی بلا؟ کیا کہہ رہی ہو؟

فیروزہ نے اس وقت سارا خواب میاں کو آج کا بھی اور اس روز کا بھی سنایا
اس وقت دونوں میاں بیوی کو یقین ہوگیا کہ جہاں آرا اور اس کے بچوں کا جنازہ
گھر سے نکل کر اور دنیا سے اجڑ کر ہمارے واسطے کچھ چھوڑ گیا ہے دونو دیر تک گفتگو کرتے
اور سوچتے رہے کہ تلافی کی کیا صورت ہو مگر ہو چکا جو ہونا تھا اور اب کوئی تدبیر
سمجھ میں نہ آتی تھی :

(۱۵)

[illegible] ذان ہوئی نہ تھی کہ حشمت وعدہ [illegible] سے نکل کر ندے

رئیس جا پھوپھی اور خاموش بیٹھ گئی دونوں بہن بھائی اس کے منتظر تھے نند صورت دیکھتے ہی کہنے لگی۔

خدا کا واسطہ بیوی اب تو معاملہ کو ختم کر لو دیکھو اسی چکر میں کتنے دن ختم ہو گئے سچ تو یہ ہے کہ ہو تو بڑی کٹر رحم پاس نہیں پھٹکا۔

حشمت۔ واہ کیا اچھی بات کہہ رہی ہو مجھ سے کہتی ہو اتنی ہمت ہے تو لو جاؤ میں یہاں بیٹھی ہوں تم جا کر اماں جان سے طے کر لو مجھے کیا عذر۔

نند۔ وہ تو ہرگز بھی اجازت نہ دینگی۔

حشمت۔ پھر بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں۔

نند۔ وہ اگر اجازت دیں تو سبحان اللہ نہ دیں تو اللہ کی مرضی کوئی گناہ تو نہیں کرتیں خدا اور رسول ہی کے حکم کی تو تعمیل کرتی ہو۔

حشمت۔ تم نے نہ کر لی جو مجھ سے کہتی ہو۔

ہارون خاموش بیٹھا دونوں کی باتیں سنتا تھا جب اس نے دیکھا کہ کسی طرح آج بھی کام بنتا نظر نہیں آتا تو اُٹھا اپنی ٹوپی حشمت کے قدموں میں ڈال دی کہا اب یہ عزت تمھارے ہاتھ ہے۔

حشمت نے ٹوپی اُٹھالی اور کہا۔

دیکھو تو سہی میں کس میں پھنس گئی کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہارون۔ یہ تو کوئی ایسا پیچیدہ معاملہ نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آ سکے تم ماشاءاللہ اپنی بھلائی برائی خود سمجھ سکتی ہو اگر والدین غلطی پر مصر ہوں تو کیا یہ ضرور ہے کہ اولاد اُن کے ہاتھوں تباہ ہو جائے۔

حشمت۔ مگر مجھے یقین کامل ہے کہ ا ... ور تمھیں دونوں کو مار ڈالیں ۓ
اور معاملہ یہیں ختم نہ ہوگا خود بھی زہر کھ ... ا تاجان کو بھی دیں گے۔
ہارون۔ مار ڈالنے سے تو تم خاطر ... پہونچو گی جہاں پرندہ پر نہ مار سکے گا
اور یہ بھی یقین کرلو کہ زہر کھانا آسان نہ ... ناہ ہے کہ زہر کھائیں گے اور بیوی
کو بھی دیں گے اگر خدا ان کو عقل دیگا ... ہ بیٹی نے شرع کے موافق کام کیا
ان کی عزت برباد نہیں کی۔
حشمت۔ میری راے میں یہ بہتر ... کہ ہم وہاں جا کر اتاجان سے گفتگو
کریں یہ تو میں جانتی ہوں کہ آگ بگولا ہو جاییں گی اور جو منھ پر آیگا سنا ڈالیں گی
لیکن یہ خاموش رہیں اور جبکی چلی آئیں ان کے ... بھنگ تو ٹڑ جائے گی پھر اسکے
بعد اگر میں یہ دیکھوں گی کہ کسی طرح راضی نہیں ہوتیں دیکھا جائے گی۔
ہارون۔ مجھ کو اجازت دو کہ میں خود تمھارے والد ماجد سے اس معاملہ میں گفتگو کرلوں
حشمت۔ نہیں ہرگز نہیں۔
نند۔ ہاں مجھے عذر نہیں زبان سے کیا اگر وہ ہاتھ سے بھی ایک آدھ لکڑی ماریں گی
تو اپنی غرض باولی نہ کرونگی لاؤ ابھی چلی جاؤں۔
حشمت۔ نہیں ابھی نہیں میں پہلے چلی جاؤں صبح جب میں پھونچ جاؤں گی اسکے
بعد چلی آنا۔ صبح کیوں میں تو ابھی جاؤں گی ٹھیر ... کی طبیعت بہت خراب ہے۔ لینے
کے دینے ...
نند ...
... یں۔
حشمت ...

(۱۶)

چاہے یہ غرض نے یا دلا کیا چاہے ناتجربہ کاری حشمت صبح سویرے گھر آئی اور اس کے دو گھنٹہ بعد نند۔ یہاں مریض کی حالت ساعت بہ ساعت اور لمحہ بہ لمحہ ردی ہو رہی تھی ماباپ اس بیٹے پر تھے آنکھیں ساون بھادوں کی جھڑیاں لگا رہی تھیں کہ بیٹی کی نند نے ادھر اُدھر کا ذکر چھیڑ کر سمدھن سے کہا مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے اگر فرصت ہو تو ایک لمحہ کیو اسطے ادہر آجاؤ فیروزہ کو بیٹے کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ کم بخت اس طرح علیحدہ بلا کر ایسی بات کہیگی کہ سر سے پاؤں تک آگ لگ جائے گی وہ سمجھ رہی تھی شاید ظہیر کی علالت کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہے اور کوئی دوا ایسی بتائے گی کہ فوراً بخار اُتر جائے گا جھٹ اُٹھ ساتھ ہولی اور بیتاب ہو کر پوچھا ہاں بوا دیکھو۔

(حشمت کی نند) کہوں کیا مجھے آپ سے کہتے ہوئے حجاب آتا ہے مگر بغیر کہے بھی گذارا نہیں جس طرح آپ نے میرے ایک بھائی کو غلامی میں لیا اب دوسرا بھی حاضر ہے اس وقت کہ جوان شیر سامنے سے اُٹھ رہا تھا فیروزہ کیا کوئی بھی ہوتا تو پیامبر کا منہ نوچ لیتا وہ اس کا جواب تو کیا دیتی لاحول پڑھ کر چیختی اور یہ کہتی ہوئی اپنے کمرہ میں آئی۔

غضب خدا کا ایسے آنکھوں پر پردے پڑے کہ مجھ پر یہ ستم ٹوٹ رہا ہے اور اندھے بے ایمانوں کو نکاح کی سوجھ رہی ہے۔

قدیر۔ کیا ہوا۔

فیروزہ۔ ہوا کیا خاک یہ حشمت کی نند آنکھوں کی اندھی کو دیکھو دوسرے بھائی کا

پیغام لے کر آئی ہیں۔

قدیر۔ کس کا بھائی کیسا پیغام کس کے ساتھ۔

فیروزہ۔ حشمت کے دیور کا۔

قدیر۔ ہاں حشمت کے دیور کا پھر کس سے ؟

فیروزہ۔ حشمت سے !

اب تو قدیر کا چہرہ غصہ سے لال لال ہو گیا فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"یہ وہی کم بخت عورت ہے جس نے اپنا نکاح اور کیا ہے"

فیروزہ۔ ہاں وہی بے غیرت۔

قدیر۔ ایسی بے حیا عورت کو ہمارے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی نکالو مردار کو ابھی یہاں سے اور خبردار جو آج سے حشمت وہاں گئی اس مردار کو ابھی ابھی باہر کر دو اول تو ہمارے دلوں پر یہ قیامت ٹوٹ رہی ہے اس پر اس ناہنجار عورت کو یہ سوجھی نکالو نکالو ابھی نکالو !

فیروزہ۔ نکلو بی نکلو اور دیکھو اگر شریف ہو شریف تو کیا خاک ہو شریف ہوتیں تو یہ کوتک ہی کیوں ہوتے بھلی مانس ہو تو اب اس گھر پر قدم نہ دھرنا یہ تمھاری صحبت کا اثر اور ملنے کا نتیجہ ہے کہ لڑکی وہ لڑکی ہی نہ رہی۔

حشمت۔ انہوں نے بغیر موقعہ مصلحت دیکھے اور سمجھے بات کہدی لیکن ڈولی منگوا دیجئے اس طرح تو نہ نکالئے آخر میری نند ہیں۔

قدیر۔ یہ کون یک... یہ ... حشمت ہے۔

فیروزہ۔ اور کون !

حشمت - جی ہاں میں ہوں اور ابا جان یہ عرض کرتی ہوں کہ ابا جان گھر پر آئے دشمن کو بھی اس طرح دھکے نہیں دیتے انہوں نے غلطی ضرور کی اس کی ان کو سزا مل گئی اب آئندہ کے واسطے ان کو کان ہو گئے لیکن یہ بے عزتی کر گھر سے نکال رہے ہیں بغیر برقع اور ڈولی کے سڑک پر چلی جائیں درست نہیں۔

فیروزہ - مردار تو اس قابل ہو گئی۔ کہ ہمارے سامنے آنکھ کر کے بات کرے یہ سب تیری ملی بھگت ہے کم بخت تا جو بہن نکاح کا موقعہ بھی یہ ہی تھا کیا بھائی کی موت کی منت مانی تھی

قدیر - ٹھہر دا اس کم بخت کا تو میں علاج کر دوں گا اس کو ابھی جان سے مار ڈالتا ہوں۔

فیروزہ - کم بخت کو ٹھے پر جا کر بیٹھ جا اسی دن کو زندہ رہی تھی ناشدنی پیدا ہوتے ہی موت نہ آ گئی۔

ظہیر کی حالت اس وقت بالکل ردی تھی مگر دونو ماں باپ جو جو کچھ منہ میں آ رہا تھا حشمت کو بنانے اور سنانے میں کسر نہ چھوڑ رہے تھے حشمت خاموش تھی مگر آنکھ سے زار و قطار آنسو بہ رہے تھے وہ سنتے سنتے تھک گئی تو سیدھی اپنے کمرہ میں چلی آئی اور کہنے لگی۔

دو موت سے ڈر کا ہے کا اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ آئیں شوق سے مار ڈالیں۔

(۱۷)

پانچویں رات کے شروع ہوتے ہی ظہیر پر حالت سکرات طاری ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ماں باپ کھڑے اور پڑے پیٹنے لگے ظہیر سامنے لیٹا دم توڑ رہا تھا اور قدیر الگ کھڑا سر پھوڑ رہا کبھی اندر جاتا اور کبھی آتا آدھی رات کے وقت اپنے کمرہ میں خاموش بیٹھ گیا آنکھیں کچھ بند تھیں کچھ کھلی خدا معلوم عالم خواب تھا یا بیداری اور واقعہ تھا یا تخیل ایسا

معلوم ہوا۔

جہاں آرا اپنے دونو معصوم بچوں کے ساتھ ہے ان کی انگلیاں پکڑے سامنے کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے۔

قدیر رحم کر ایسی آنکھوں پہ ٹھیکری نہ رکھ یہ رسوائی مجھے دنیا بھر میں بدنام کر دیگی یہ خبر دور دور پھونچے گی میں بیوہ ضرور ہوں مگر اے قدیر مجھے دنیا میں رہنا ہے دونو بچے بن بجنے ہیں ان کی دلہنیں لانی ہیں اس وقت کے بعد مجھ کو بیٹی کون دے گا خدارا ایسا پتھر نہ بن مجھ پر نہیں ان معصوموں پہ رحم کر زبان روک ابھی چلی جاتی ہوں میں محبت کی دھن میں چلی آئی تھی اور یہ نہ سمجھی تھی کہ میرا کھڑا ہونا یہ غضب ڈھاوے گا۔ قسم کھاتی ہوں ایمان سے کہتی ہوں ان بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر خدا کو شاہد کر کے کہ میں نے حشمت کے جوڑے کو اس کے پھولوں کو ہاتھ نہیں لگایا قدیر الگ کھڑی ہوں میری آبروریزی میری زندگی اور میری دنیا سب برباد کر دے گی۔ للہ قدیر اپنی زبان روک ذرا صبر کر جاتی ہوں۔

جہاں آرا نے بلک بلک کر اور بلک کر بھائی سے کہا مگر قدیر کے کان پر جوں نہ چلی اسکے دل پر چوٹ نہ لگی۔ اُٹھا اور سختی سے کھڑا ہوا اور بیدردی سے بڑھا اور حقارت سے پاس آیا اور ذلت سے بہن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر سے نکالدیا۔

جہاں آرا چلی اور چلتے چلتے اتنا کہہ گئی۔

بھیا کوئی گھر ہمیشہ شادی کا نہیں رہتا جہاں آج شادی کے جلسے ہیں وہاں کل موت کا بین ہے [illegible] خوشی کے نقارے ہیں وہاں تھوڑی دیر بعد ماتم کے تماشے جس دالا [illegible] ں اور براتی ہیں اس میں تعزیت اور عیادت والے بھی

شریک ہونے والے ہیں بیرن یہ گھر شمت کی شادی سے بھرا پرا نہ رہے گا یہاں ظہیر کا ماتم بھی ہوگا۔

آج میری اور میرے بچوں کی موت تیری تیوری پر بل نہ آئے اور تینوں موتیں تو ہنس کر ٹال دے مگر اس دروازے سے ان تین کے بعد ایک ایسی موت نکلے گی جو تیرے ہوش باختہ کر دے گی۔

قدیر یہ دیکھتے ہی گھبرا کر اٹھا روشنی زور شور سے ہو رہی تھی مگر جہاں آرا تھی نہ اس کے بچے۔ ڈرا ہوا سہما ہوا گھبرایا ہوا بھاگا ادھر آیا تو ظہیر کا خراٹا اور زور کا ہو گیا تھا۔ بیوی سے سارا حال کہا اور اس وقت دونو میاں بیوی کو یقین کامل ہو گیا کہ جہاں آرا کا نکالنا کچھ نتیجہ رکھتا تھا اور یہ اس نتیجہ کا ظہور ہے۔

اب بچہ کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ ماباپ کی آواز سمجھ سکے یا جواب دے سکے دونوں اس کے قدموں میں آنکھیں ملتے تھے اس کے ہاتھ آنکھوں پر رکھتے تھے مگر سب بے سود تھا اس وقت فیروزہ نے دیکھا کہ ظہیر نے آنکھ کھولی اور آنکھ کے ساتھ ہی منہ بھی کھلا مامتا کی ماری ماں بیتاب ہو کر دوڑی اور شہد کا چمچہ لا کر حلق میں ڈالا مشکل سے ایک بوند حلق میں اتری ہوگی کہ ظہیر کو اچھو آیا اور اس غضب کا کہ جان کندنی میں تمام بدن نیلا پڑ گیا اس وقت ما کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت بھی مجھ بدنصیب کے ہاتھوں مرتے مرتے یہ اذیت اس پیارے کو پہونچی تڑپتی تھی ٹکریں مارتی تھی مگر ہوتا کیا تھا۔

نماز فجر کی اذان موذن نے دی اور گو الفاظ یہ نہ ہوں مگر ہوا نے قدیر اور فیروزہ دونوں کو یہ پیغام سنایا کہ

"بڑی قدرت والی ہے"

وہ طاقت وہ قوت وہ حکومت جو چشم زدن میں عشرت کو مصیبت سے اور راحت کو آفت سے بدل دے۔

نماز کے واسطے دونوں میاں بیوی نے وضو کیا۔ ابھی وضو ختم نہ ہوا تھا کہ فقیر کی یہ آواز گلی میں گونجی۔

"کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے"

قدیر وضو کر کے پھر بچہ کے پاس آیا کچھ دیکھ رہا تھا کہ فیروزہ قریب پہونچی بچہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا ظہیر میاں ماسے خوش رہنا۔

یہ فقرہ ختم ہوا اور اِس کے ساتھ ہی ظہیر ایک ہچکی لیکر ماں اور باپ دونوں کی آنکھ کے سامنے رخصت ہوا۔

(۱۸)

کیسی سخت مصیبت ہے کہ دونو کے دونو یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں بھائی کی موت سے خوش ہوں مجھ کو ظہیر کی موت کا جس قدر صدمہ ہے وہ میں ہی جانتی ہوں مگر کیا خدا کی شان ہے کہ خواہ مخواہ کا الزام بلا وجہ کا بہتان خیر سمجھتے ہیں تو سمجھیں چاہے خوش ہوں یا رنجیدہ خدا دیکھتا ہے مگر یہ کیسی بلا پیچھے پڑی وہاں کا جانا کیسا موقوف ہوا میرا خود جانے کو جی چاہتا ہے۔ اگر انہیں جانے دیتے تو نتیجہ کیا ہوگا یہ ہو گا کہ بلا اجازت بغیر رضامندی بے پوچھے جاؤں گی ضرور جاؤں گی اور کچھ نہ سہی میری سسرال ہے۔

دل ہی میں [illegible] ماتم [illegible] کرنے کے بعد حشمت اُٹھی صندوقچہ کھولا ایک پرچہ نکالا تو کیا تھا نکاح یا انکا[illegible]ت کامیابی یا ناکامی دو حالتیں دو صورتیں دو کیفیتیں

ہونی چاہئیں مگر یہ تیسری حالت کیسی کیوں اور کس لئے اگر امید ختم اور توقع جاتی رہی تو یہ آخری پرچہ ہے اسکے بعد جلد سُن لینا کہ کیا ہوا تم نہ ہو گی۔ تمھاری یاد تم نہ ہو گی تمھارا خیال گھر نہ ہو گا جنگل آبادی نہ ہو گی ویرانہ اور تم نہ ہو گی تو۔ اس پرچہ کو مکرر سہ کرر پڑھنے کے بعد حشمت نے پھر دل ہی دل میں کچھ سوچا اور کہا

اِن حالات میں اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ میں ایک دفعہ اور اماجان سے ایسے موقع پر کہ ابّاجان نہ ہوں کچھ باتیں کروں اور اسکے بعد تصفیہ کہ کیا کرنا ہے قصہ ختم کرنے کے بعد وہ باہر آئی باپ موجود نہ تھا ماں کے قریب بیٹھی اور کہا کل آپ کی طبیعت ناساز تھی نزلہ کی شکایت تھی اب کیسا مزاج ہے۔

فیروزہ جیسپر یہ کچھ مصیبت گذر گئی جس کی ہری کونپل پھوٹنے سے پہلے ٹوٹ گئی جسکا جوان شیر آنکھوں کے سامنے اُٹھ گیا جس کا چمکتا لال ہمیشہ کی نیند سو گیا اسکا زکام کیسا اور بیماری کیسی جب ظہیر جیسا چاند گہری گور میں جا سویا تو اب میں تندرست اور زندہ رہکر کیا کرونگی بیغیرت ہوں کہ جیتی ہوں دعا ہے کہ آ لئے اور ناشاد ماں کو بچھڑے ہوئے لال سے ملا دے۔

. آپ کا ارشاد درست اور فرمانا صحیح مگر اماجان معاف فرمائیے اگر میں عرض کروں۔ موت کی وجہ آپ اور سبب اباجان خفا نہ ہوجئے آپ نے جان کر اور انہوں نے یقیناً کلیجہ کے پھولوں کی سیجوں سے اُٹھا کر قبرستان پہونچایا آپ کو کیا معلوم نہیں کہ انسانی طاقت سے بالاتر اور قدرت بھی کام کرتی ہے اور وہ خدائے برتر کی طاقت اور قدرت ہے آج ایک طاقتور انسان کمزور مخلوق کو دل کھولکر اور پیٹ بھر کر ستالے اور جلا لے یہ ظاہر ہے کہ کمزور بدنصیب بدلا لینے اور جواب دینے کے قابل نہیں لیکن امّاجان اس کمزور کی کمزوری میں ایک طاقت موجود ہے کیسا ہی بے بس کتنا ہی بیکس کیوں نہ ہو مگر اسکے ساتھ اسلئے کہ وہ مخلوق ہے

خالق ضرور ہے ہم ایک جانور پالتے ہیں اُس کی محبت ہوتی ہے ایک مکان بناتے ہیں۔
اسکی وقعت کرتے ہیں کمہار ایک مٹی کا کھلونا بازار میں لاتا ہی بیچتا ہی فروخت کرتا ہی و یدیتا ہی اسکے
ٹوٹنے کا بھی اسکو افسوس ہوتا ہے بھلا اماجان جس خالق نے ایک مٹی کے پتلے کو جان دیکر
انسان بنایا جب وہ انسان کسی مصیبت میں پھنسے اور آفت میں گرفتار ہو کر آواز دے کہ میری
مدد کو پہنچ تو خالق اسکی مدد نہ کریگا آپ فرما سکتی ہیں کہ جب مظلوم ہی نہ رہا اور اس نے اپنی آنکھ
سے ظالم کو سزا پاتے نہ دیکھا تو سزا کس کام کی لیکن میں عرض کرونگی کہ سزا فقط مظلوم ہی کا کلیجہ
ٹھنڈا کرنے کو نہیں ہوتی بلکہ اس لئے بھی کہ دوسرے عبرت پکڑیں آپنے دنیا میں دیکھا تو نہیں
مگر سُنا ضرور ہوگا کہ ایک شخص نے بیرحمی سے ایک آدمی کو قتل کردیا گیا قتل کے بعد اس کو
پھانسی ہوئی یہ تو ظاہر ہے کہ مقتول نہیں دیکھ سکا مگر یہ پھانسی صرف اسلئے ہے کہ دوسرے
دیکھیں اور سمجھیں کہ قتل کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

اماجان کیا آپ اس وقت کو بھولتی ہیں جب آپ نے ایک بیوہ عورت کو اپنی حقیقی
بہن اور دو بچوں کی ماکو بیگناہ بے قصور اس قدر ذلیل کیا کہ وہ خود بھی نہ رہیں اور اپنے دونوں
بچوں کو اس دنیا میں اور اس گھر میں نہ رہنے دیا مجھے اقرار ہے کہ وہ بے بس اور لاچار تھیں
ان میں آپکے اور اباجان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اتنی ہمت نہ ہو سکتی تھی کہ وہ آپکے ارشاد
اور ان کے حکم کے آگے ذرہ بھر بھی عذر کرسکتیں لیکن خالق کی مخلوق تھیں خدا کی بندی تھیں اور
اور جان رکھتی تھیں انکا وہ وقت اگر آپ غور کریں ان کی وہ حالت اگر اباجان سمجھتے کچھ کہی تھی
اُنھوں نے اہ کراہ ... امتا چولھے میں رکھی اور آپکی دہلیز پر اپنے دو لال قربان کئے کیا ان
بچوں کی جان اُ... نی قیمت بھی نہ رکھتی تھی کہ خدا کا غضب آپکے ایک بچہ کو آپنے بچھڑوا دیتا
یہ جو کچھ ہوا ... اہ اور معصوم بچوں کا صبر ہی مگر ایک بات اور ہی اور وہ بھی سن لیجیے

یہ تو اما جان دنیا کی سزا تھی ابھی آخرت کی سزا باقی ہے اور خدا ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔
اتنا کہکر حشمت نے اپنی گفتگو اس فقرے پر ختم کی اب بھی جو ہو گیا سو ہو گیا آئندہ کیواسطے
توبہ کیجئے باتو فیروزہ ضبط نہ کر سکی اور یہ کہکر بیٹی کی کمر میں ایک دو ہتڑ اس زور سے رسید کیا کہ اسی بھی مزہ آگیا
"تو اب تیرا نکاح کر دوں"
اسکے جواب میں حشمت [illegible] دو ہتڑ اس زور کا پڑا تھا کہ بلبلا گئی اٹھی اور
اتنا کہا اگر کیجئے تو کیا بیجا ہے خدا کا حکم رسول کی خوشی۔
اب تو فیروزہ آپے سے باہر تھی جس طرح ایک دیوانہ چاروں طرف چیختا چلاتا پھرتا ہے
انگنائی بھر میں بیتابانہ ٹہلتی اور چلاتی تھی خدانے بڑا فضل کیا کہ آج قدیر صبح کا گیا گیا کچہری کے ایسے مقدمہ
میں پھنسا کہ شام تک فرصت نہ ہوئی ورنہ اگر وہ کہیں بیوی کا یہ رنگ دیکھ لیتا تو نہ معلوم حشمت
کے ساتھ کیا سلوک کرتا۔
ادھر تو یہ گذر رہی تھی ادھر کچہری میں قدیر نہ معلوم کس تلاش میں ادھر ادھر ٹہلتا پھر رہا
تھا کہ ایک شخص نے جو اسکا پرانا دوست اور سید تھا سلام علیک کرکے کہا جناب میں تو آپ سے ملنے والا تھا

قدیر ۔ فرمائیے۔

سید ۔ فرماؤں کیا سنو تو کہوں بھی نہیں تو کیا فائدہ۔

قدیر ۔ کیوں سننے میں کیا اب سن نہیں رہا تو کیا کر رہا ہوں۔

سید ۔ خالی سننے سے کیا ہوتا ہے وعدہ کرو کہ عمل کروں گا۔

قدیر ۔ یار کہو تو سہی۔

سید ۔ بات یہ ہے کہ تمھارے لڑکے کے صدمے سے تو دوست دشمن کون ایسا ہوگا جسکا
دل نہ کڑھا ہوگا۔ مگر بھائی بات یہ ہے کہ یہ تم نے بیوہ کے نکاح کی ایسی قسم کھائی ہے کہ دنیا

تم پر ہنس رہی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ضرور بہن اور بیٹی کا صبر پڑا۔

قدیر۔ دنیا کا کیا ہے جو جسکے جی میں آئے کہے مگر تم کو ایسی بات کہنی زیبا نہ تھی۔

سید۔ میں نے کیا غلط کہا جو آپے سے باہر ہو گئے۔

قدیر۔ اور اس سے زیادہ کیا کہو گے۔

سید۔ بھائی نہ کرو ہمارا کیا ہے۔

قدیر۔ اس سے تو اگر تم مجھے دو گالیاں دے لیتے تو اچھا تھا خدا کی قسم سید اگر اس کچہری میں سب کے سامنے دو جوتے مار لیتے تو اتنا صدمہ نہ ہوتا جتنا اس فقرہ کا ہوا۔

کچہری کے کام سے فارغ ہو کر قدیر گھر آیا تو پھر اسی فکر میں مستغرق تھا کہ آج تک کسی نے ایسی بات نہ کہی تھی اس سید کمبخت کو دیکھو تو کیا بات کہی ہے گھر پہونچا تو بیوی نے رو رو کر آنکھیں سجھا رکھی تھیں۔

قدیر۔ اب رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ صبر کرو۔

فیروزہ۔ کیسا صبر مجھ پر تو نئی آفت ہی ٹوٹی پڑ رہی ہے۔

قدیر۔ اور کیا ہوا؟

فیروزہ۔ ہوتا کیا اسی مردار نے آگ لگا رکھی ہے۔

میری رائے میں تو اب یہی بہتر ہے کہ اس ناشاد کا خاتمہ کر دوں بلا سے پھانسی ہو گی ہونے دو آخر تم نے دیکھ لیا جہاں آرا اس طرح جان پر کھیل گئی اور بچوں کو ذبح کر دیا صرف عزت کے واسطے آ[illegible] ان کیا حقیقت رکھتی ہے۔

فیروزہ۔ [illegible] نہیں ہے یہاں کا بھی عذاب اور وہاں کا بھی۔

قدیر۔ تو کوئی [illegible]

فیروزہ۔ میں کیا خاک ترکیب بتاؤں میری رائے تو یہی ہی کہ اس چڑیل کو ایسا قید کرو کہ کس سکے نہ
قدیر۔ مگر خلق کا حلق کیونکر بند کروں۔
فیروزہ۔ بکنے دو دنیا کو۔
قدیر۔ کیا کروں۔

(۱۹)

مغرب کی نماز کے بعد حشمت سجدہ میں اس طرح گڑگڑا رہی ہے ایک شریف لڑکی کا ماباپ کی بلااجازت نکاح کرنا ایک بدنصیب عورت کا والدین کے گھر سے فرار ہونا انکی آنکھ سے روپوش ہوجانا دنیا میں شاید پہلی مثال ہوگی۔ دنیا میں نہیں تو یوسف شاہیوں میں یقیناً۔ اے پاک بے نیاز میں گنہگار نہیں ہوں کام لیتی ہوں ان اختیارات سے جو تو نے ہر عورت اور ہر مسلمان کو دیئے اور کام کرتی ہوں وہ جسکی اجازت تو دے تیرے رسول نے دی۔ نکاح ثانی گناہ نہیں تیرا حکم تیرے رسول کی اجازت مگر یوسف شاہی اسکو روا نہیں کھتے بیوہ کی جو مٹی ان کے ہاں پلید ہوئی پھوپی جان کا جو حشر ان کے ہاتھوں ہوا تجھسے پوشیدہ نہیں میں جانتی ہوں دنیا مجھ کو نکو بنائیگی عزیز پر لعنت بھیجیں گے اور والدین کو میرے نام سے بٹہ لگے گا احکم الحاکمین کرتی ہوں وہ جو ہونا چاہیئے اور کروں گی وہ جو ہونا چاہیئے تھا۔

اتنا کہکر حشمت سجدہ سے اُٹھی اسنے قلم دوات لی اور ایک پرچہ پر یہ چند سطریں لکھیں۔

اباجان زندگی کی پہلی وداع وہ تھی جو آپنے خود کی اور ہنسی خوشی ایک غیر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اپنے گھر سے رخصت کر دیا اور دوسری وداع یہ ہی جب میں خود شرع اسلام کے موافق عزیزوں سے تنگ آکر خیال اور دنیا کی جھوٹی عزت پر لعنت بھیجکر اپنا نکاح خود کرتی ہوں یوں تو دنیا میں ہر بدتر سے بدتر [illegible] بھی زندہ ہے اور اپنی دانست میں زندہ رہنے کا حق

رکھتا ہے لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہی اپنی زندگی کی تہ میں ایک چیز پوشیدہ رکھتا ہی جس کا
نام عزت ہی اور میرا خیال غلط نہ ہو اور یقیناً غلط نہیں تو عزت کے بعد انسان کا زندہ رہنا کھلی
ہوئی غلطی اور علانیہ بیوقوفی ہے انسان اور انسان میں بھی عورت وہ شے ہے جسکی ہستی صرف
عزت سے وابستہ ہے اور جسکے بغیر عورت نہیں جانور اور جانور سے بھی بدترین مخلوق ہی یہی تھا
وہ جذبہ جسپر پھوپی جان اپنے دونوں بچوں سمیت قربان ہوگئیں لیکن یہ موت اگر آیندہ کے
واسطے یوسف شاہیوں کو سبق دیتی اور وہ اپنی غلطی پر نادم اور ظلم پر شرمسار ہوتے تو بہت اچھی
تھی کہ ایک ماں نے مرکر آیندہ نسلوں کو موت کے منہ سے چھٹکارا دلوایا لیکن آنکھیں یہ دیکھتی
ہیں اور دیکھ چکیں کہ ایک نہیں اکٹھی تین موتوں نے بھی آپکے دلپر مطلق اثر نہ کیا اور وہ جاہلانہ
آن آجتک بدستور قایم ہے گویا پھوپی جان اس سزا کی مستوجب تھیں میں خود اپنی جان نہایت
خوشی سے اپنے باپ پر قربان کرتی اگر یہ یقین ہوتا کہ میری قربانی میری دوسری بہنوں کے
واسطے مفید ہوگی مگر واقعات یاد دلا رہے ہیں کہ آپ کی رائے میں جس کھتے نے پھوپی جان
اور ان کے معصوں کو جذب کر لیا اسی میں بھی جا پڑونگی لیکن ضرورت یہ ہے کہ آپ کی آن کو
جو شرع و اسلام کے خلاف ہے دیکھا لگے آپ اپنی ندامت اور میں ارشاد باری کی حمایت اور
رسول اکرم کی سنت اپنی آنکھ سے دیکھوں۔
میں جانتی [illegible] کہ آپ اور آپکے ہم خیال مجھپر لعن طعن کرینگے لیکن وہ جن کو تھوڑی سی بھی
عقل ہوگی اور [illegible] لیں گے ضرور بالضرور میرے اس فعل سراہینگے اور تعریف کرینگے
میرا نکا[illegible] یوسف شاہیوں میں نکاح ثانی کی بنیاد رکھتا ہے اور میں یہ
تمام بدنامی [illegible] را کرتی ہوں کہ یوسف شاہی لڑکیاں بیوہ ہوگی قید سے آزاد ہوں اور
ماں باپ دیکھ [illegible] ٹی دب کر کاٹنے پر تیار ہو جاتی ہے اسی طرح بیوہ لڑکیاں اپنے

باپ بھائی سے ناامید ہو کر اپنا نکاح خود بھی کر سکتی ہیں۔
حشمت نے یہ پرچہ لکھ کر اپنے پلنگ پر ڈال دیا اور مختصر سا اسباب جس میں پہننے کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ تھا ساتھ لیا۔

رات کے بارہ بجے ہارون اور اسکی بہن یعنی حشمت کی نند مرزا قدیر کے مکان کے آگے کھڑے دروازہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔
نند آج ڈولی میں نہیں صرف برقعہ اوڑھے ہے کہنے کو یہ دو آدمی ہیں مگر اسقدر خاموش ہیں کہ گلی میں بات تو درکنار سانس کی بھی آواز نہیں سنائی دیتی دفعۃً مکان کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور حشمت برقع اوڑھے باہر نکلی تو ہارون نے آگے بڑھ کر اسکی گٹھری بغل میں لی اور تینوں خموشی کے ساتھ آگے بڑھے اپنے محلہ میں پہونچکر جب ان کو اطمینان ہو گیا تو ہارون بولا:۔
خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ ہم بغیر کسی جھگڑے ٹنٹے کے کامیاب ہوئے۔

بہن - ابھی کیا ہے۔
بھائی - خدشہ کا وقت تو یہی تھا۔
بہن - ہاں مگر ابھی اطمینان نہیں ہوا۔
بھائی - اب وہ کچھ نہیں کر سکتے۔
بہن - یوسف شاہی وہ غضب کے لوگ ہیں کہ ابھی بھی ان سے پناہ مانگتا ہی مرزا صاحب کی عمر کچہریوں میں گذری دیکھئے کیا مقدمہ کھڑا کرتے ہیں۔
بھائی - میں بھی تو قند نہیں ہوں کہ گھول کر پی جائینگے تم نے اپنے میاں سے تو ساری کیفیت بیان کر دی ہے
بہن ہاں اُن کو رتی رتی معلوم ہی بلکہ بھائی جان نے تو خود مجھ سے آج شام کو کہا تھا کہ مسلمانوں نے

جس قدر ظلم بیوہ عورتوں پر کیا ہے اسکے خیال سے تکلیف ہوتی ہے تم ضرور یہ کام کرو اور اس غریب کو ظلم سے بچاؤ خاطر جمع رکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔

بھائی۔ بس تو جب کوتوال شہر نے یہ کہا تو پھر ڈر کس کا۔

بہن۔ میں تو ان لوگوں کی فتنہ پردازی سے ڈرتی ہوں۔

بھائی۔ تم تو بعض دفعہ بچوں کی سی باتیں کرتی ہو مطلق خوف نہ کرو۔

رات کا بقیہ حصہ اسی قسم کی باتوں میں گذرا کبھی کوئی بات اطمینان کی سامنے آجاتی آجاتی تھی اور کبھی ایسی جس سے تینوں کو کچھ تشویش سی پیدا ہوجاتی۔

نماز صبح کے بعد محلّہ کے چند آدمی جمع ہوئی اور قاضی صاحب نے آکر حشمت کا نکاح پڑھا دیا۔

(۲۰)

صبح کی نماز سے فراغت پانیکے بعد جب فیروزہ بیٹھی پان کھا رہی تھی اسکی نظر حشمت کے کمرہ پر پڑی تو پلنگ خالی نظر آیا سمجھی کہ کسی ضرورت سے باہر نکل آئی ہوگی۔ بھول بسر گئی گھڑی دو گھڑی گھنٹہ دو گھنٹہ غرض دن کے نو بج گئے تو کمرہ میں پہنچی وہاں کیا رکھا تھا۔ باہر آئی ادھر دیکھا ادھر دیکھا یہاں آواز دی وہاں آواز دی مگر کوئی ہوتا تو بولتا اب تو بی فیروزہ کو بھی تارے دکھائی دینے لگے میاں کے کمرہ میں پہونچی اور خاموش کھڑی ہوگئی۔

قدیر۔ خیر [illegible]

فیروزہ۔ [illegible] ور گل کھلا۔

قدیر۔ تم [illegible] کر وصاف کہو۔

فیروزہ [illegible] قدین۔

قدیر۔ کیا

فیروزہ ۔ ہاں سچ کہہ رہی ہوں ایسا منحوس سال بھی عمر بھر نہیں آیا تھا کہیں یوں گیا یہ یوں گئیں۔

قدیر ۔ اِدھر اُدھر ہو گئی ہو گی تم خواہ مخواہ خود بھی پریشان ہوتی ہو اور دوسرے کے بھی ہاتھ پاؤں پھلوا دیتی ہو۔

فیروزہ ۔ یہ تمہارے ہر وقت کے کچو کے اور بھی ستم ڈھاتے ہیں آخر میں اندھی نہیں کہ دیکھ نہ سکی وہ سوئی نہیں کہ چھپ جائے تم آکر دیکھ لو۔

قدیر ۔ مگر کمال ہو گیا ۔ اور بے نظیر

فیروزہ ۔ میری ہی آنکھوں پر رات کو پردے پڑ گئے کوئی ایک بجا ہو گا میں نے اسکو انگنائی میں دیکھا تو پھر رہی تھی مجھے کیا خبر کہ یہ غضب ٹوٹنے والا ہے پڑ کر سو گئی وہ چلتی ہوئیں۔

قدیر ۔ ہائے ظالم باپ دادا کی سارے خاندان کی ناک کٹوا دی اب یوسف شاہی منہ دکھانے کے قابل نہ رہے خدا کی قسم گلا گھونٹ دیتا زہر دیدیتا مگر یہ وقت نہ دیکھتا ہائے ہائے ظالم بے حیا بے غیرت یہ ستم یہ غضب کنبہ تو کیا محلہ بھر میں ایسی مصیبت کہیں نہیں آئی اب میں کیا منہ لے کر کسی سے بات کروں گا اور میں اس لائق رہ گیا کہ کسی سے بات کر سکوں۔

فیروزہ ۔ کان میں تو بھنک اتنے دنوں سے پڑ رہی تھی یہ سارا فساد اُسی مُردار کا ہے جسکو اس روز گھر سے نکالا۔

قدیر ۔ اِسکا تو دوسرا نکاح ہو گیا۔

فیروزہ ۔ ہاں یہ ہی پٹی اس نے اس کو دی۔

قدیر سینہ پر ہاتھ مار کر برا بھلا کہتا اٹھا گھر کا کونہ کونہ دیکھا بھالا لاچار ہو کر اسکے کمرہ میں گھسا تو پلنگ پر پرچہ ملا اٹھایا پڑھا اور بیوی سے کہا:۔

تو سنو تمام عقدہ حل ہو گیا اب کیا کسر رہ گئی یہ کہہ کر قدیر نے حشمت کا پرچہ از ابتدا تا انتہا فیروزہ کو سنایا

اب دونوں میاں بیوی کی طیش میں یہ حالت تھی کہ اگر حشمت سامنے ہوتی تو نہ معلوم کچا کھا جاتے جیلوں کو بوٹیاں دیتے لیکن اب اسکے سوا کر ہی کیا سکتے تھے کہ جو جو کچھ منہ میں آیا کہتے تھے اور بالآخر نوبت یہاں تک پہونچی کہ بیوی نے میاں کو اور میاں نے بیوی کو قصوروار قرار دیا۔

فیروزہ نے باوجود اسکے کہ وہ یوسف شاہی خاندان سے نہ تھی میاں کی بات اور سسرال کی آن قایم رکھنے میں جو جدوجہد کی یقیناً قابل داد ہی لیکن اسکا نتیجہ قدیر نے جب یہ دیا کہ اسکے بھاگنے کی ذمہ دار تم ہو اور تم کو علم تھا مگر تم نے مجھے خبر نہ کی تو فیروزہ غصہ میں کانپنے لگی اور تمام بدن میں آگ لگ گئی وہ پہلے تو میاں کا منہ دیکھ کر خاموش ہو گئی اور اسکے بعد کہا۔

اور اگر یوں ہے تو یوں ہی سہی کر و میرا کیا کرتے ہو۔

قدیر۔ کرونگا کہ یہ جان سے مار ڈالوں گا۔

فیروزہ۔ مجھے اب زندگی کی ضرورت نہیں دونوں بچوں کے بعد مجھے زندگی کو کیا آگ لگانا ہے

قدیر۔ آخر تم اتنا تو بتاؤ کدھر گئی۔

فیروزہ۔ جب میں نے بھگوایا اور تم کو خبر نہ کی تو اب پتہ کیوں بتاؤں۔

قدیر۔ یہ وقت فضول باتوں کا نہیں ہے آخر قیاس بھی تو کوئی چیز ہے میری رائے تو یہ ہے کہ اسی نند سے پتہ چلے گا۔

فیروزہ۔ پتہ لگا کر کر... گر... تھی نہیں بچہ نہیں کہ مار کر چمکار کر لے آؤ اور سارے محلہ کو خبر ہو گی۔ وہ ساتھ آنے کی ... بات کھوئی ابھی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔

(۲۱)

بیگم! یہ تم ... اور مناسب سے بہتر ہے مگر تم نے کبھی انگریزی خوشبو کو نکا استعمال نہیں کیا ... ں قدر تیز ہوتی ہیں کہ بعض دفعہ انکی کثرت سے سر میں درد

ہونے لگتا ہے انکی اول تو خوشبو اچھی اور پھر ہلکی دیکھو کس قدر ہیں یہ لو موتیا تو دیکھو کیسی نازک خوشبو ہے لو تم جلدی کپڑے بدلو گاڑی تیار کھڑی ہے۔

نند۔ بھابی جان لیجئے میں تو تیار ہو کر آگئی آپنے ابھی کپڑے بھی نہیں بدلے سر کھولے بیٹھی ہو لاؤ میں جلدی سے چوٹی گوندھوں۔

حشمت۔ مجھے باغ چلتے ہوئے ذرا ڈر لگتا ہے کہیں راستہ میں ابا جان نہ مل جائیں۔

شوہر۔ مل جائیں گے تو کیا ہرج ہے مل جائیں اسی بہانہ ملاقات ہو جائے گی۔

حشمت۔ واہ وہاں۔ تو آفت پڑ رہی ہے اُسدن سے چولھے میں آگ تو سلگی نہیں۔

شوہر۔ آخر کب تک ؟

نند۔ بھائی جان دریا پر ضرور چلیں گے۔

بھائی۔ پہلے باغ چل چلو اُسوقت کا کھانا تو وہیں کھائیں گے وہاں سے پھر دریا چلے جائیں گے۔

حشمت۔ نہیں پہلے دریا پر چلو لوٹتی دفع باغ میں ٹھیریں گے۔

شوہر۔ تم اسوقت اس قدر خاموش کیوں ہو وہ گلابی دوپٹہ اوڑھو نہ۔

حشمت۔ خاموش نہیں مجھے ابا جان سے ڈر لگ رہا ہے سنا ہے انکی حالت بہت خراب ہے اور اما جان بھی غصہ میں آگ بگولا ہو رہی ہیں

شوہر۔ اچھا تم وہ گلا [illegible]

حشمت۔ کونسا [illegible]

شوہر۔ وہی بنارسی۔

حشمت۔ وہی تو نکالا ہے۔

نند۔ بھابی جلدی کیجئے دیر ہو رہی ہے۔

(۲۲)

یوسف شاہی خاندان میں اس سے پہلے بیوہ کا نکاح جب سے خاندان اس لقب سے ممتاز ہوا کبھی نہ ہوا تھا اور انکی یہ اد اہتمام شہر میں مشہور تھی حشمت کا نکاح معمولی بات نہ تھی کنبہ بھر میں تہلکہ مچا دیا لطف یہ تھا کہ لوگ مُردے کی تعزیت کی طرح جمع ہو ہو کر افسوس کرتے تھے ظہیر کے چالیسویں میں بھی یہ ماتم پُرسی نہ ہوئی ہوگی جو حشمت کے نکاح میں ہوگئی قدیر کے زخم پر یہ عیادت ایک قسم کا نمک تھی اور وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ جان رہے یا جائے مگر حشمت کو ایک دفعہ اسکے کرتوت کا مزہ چکھا دوں شہر کی خبر چھپی نہیں رہتی پتہ لگ گیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شرع محمدی قرار پایا اس خبر نے اور بھی رہا سہا کوئلہ کر دیا سوچتے سوچتے ایک یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ فرضی دعویٰ کر دونو میاں بیوی کو ایسا ذلیل کروں کہ جیل خانہ میں سڑ سڑ کر مر جائیں عمر مقدمہ بازی میں گذری تھی دوست آشنا بھی اسی رنگ کے تھے قدیر کا خیال ظاہر کرنا تھا کہ چاروں طرف سے تائید ہوئی اور ایک فرضی شوہر قرار دے کر غریب شوہر پر اغویٰ کا دعویٰ دائر کر دیا گیا۔

ہارون لاکھ تھانہ دار کا بھائی تھا مگر قدیر جیسے چالیے کو نہ پہنچ سکتا تھا کوتوال صاحب نے ہر چند کوشش کی مگر عدالت کو واقعات سے بحث نہ تھی بحث صرف مسل سے تھی میاں بیوی بے خبر بیٹھے تھے اور نہال نہال۔ کہ گرفتاری کا وارنٹ پہونچا نقد ضمانت کا بندوبست باوجود سخت کوشش کے جلد نہ ہو سکا اور دونو گرفتار ہو کر حوالات میں پہونچے۔

یہ وہ کامیابی تھی جس نے قدیر کو باغ باغ کر دیا جسوقت دونوں میاں بیوی گرفتار ہو کر عدالت میں آئے مرزا قدیر اور اسکے دوست خوشی کے مارے بغلیں بجا رہے تھے ہم کو دوستوں اور عدالتوں کے معاملوں سے کا [illegible] افسوس یا حیرت ہمکو صرف قدیر کی حالت پر ہے یا آن شورا شوری و یا ایں بے نمکی" یا تو یہ کہ جان نکل جا [illegible] ح نہ ہو یا یہ بے غیرتی کہ باپ اپنی آنکھ سے لڑکی کو بے پردہ گرفتار [illegible]ں آدمیوں [illegible] [illegible]ت کے سامنے دیکھے اور خوش ہو۔ یوسف شاھی خاندان

قدیر سے زیادہ فیروزہ کی حالت تعجب انگیز ہے کہ وہ بھی میاں کی غرض [illegible] شریک تھی اور جب سے یہ سنا تھا کہ دونوں میاں بیوی گرفتار ہوگئے عید تھی ظہیر کی موت [illegible] دل سے فراموش تو کیا ہوتا مگر یہ ظاہر کبھی بھول کر بھی اس کو نہ یاد کرتی۔ شہر میں ہر شخص یوسف شاہی اور مرزا قدیر کا بھائی نہ تھا بہت سے تھے جو قدیر کی اس غلطی پر لعن طعن کرتے مگر وہ اپنی بے حیائی میں ایسا مگن تھا کہ ذرہ بھر پروانہ کرتا پہلی پیشی کو جب اہلکاران پولیس دونوں ملزموں کو لے کر چلے ہیں وہ جوش مسرت میں آگے بڑھا اور قریب جا کر کہا۔

تجھ نا ہنجار لڑکی نے اپنے کوتکوں کا انجام دیکھ لیا اگر اب بھی اپنے گناہ پر نادم ہو اور توبہ کرے تو میں موجود ہوں کہ تیرا قصور معاف کر دونگا مگر اس مردود کو تو انشاء اللہ سڑا سڑا کر مار دونگا اور وہ مزہ چکھاؤنگا کہ عمر بھر یاد رکھیگا۔

دونوں خاموشی کے ساتھ قدم اُٹھا رہے تھے شوہر کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی لیکن اسکی زبان سے کوئی حرف نہ نکلتا تھا قدیر نے پھر چلکر کہا۔

وہ تھانہ داری اور نعلداری سب رکھی کی رکھی رہ گئی لڑکی کو بہلا پھسلا کر قبضہ میں کیا اب اسکا نتیجہ بھگتا اور ابھی کیا ہے ابھی تو دیکھو کیا دکھاتا ہوں تو سہی جو دس برس سے زیادہ کو بھیجوں

اسکے جواب میں بھی دونوں ملزم خاموش تھے اور تماشائیوں کا جم غفیر دیکھ رہا تھا۔

یہاں تک کہ دونوں یہ پوری جماعت وہ معہ اپنے وکلا کے کمرہ عدالت میں حاضر ہوئی۔

قدیر کا دوست نصیر فرضی شوہر تھا اسنے حلفیہ بیان کیا کہ بیوہ ہونے کے بعد اسکی شادی قدیر نے مجھسے کر دی تھی چونکہ یہ شخص اسکا دیور ہے اسلئے بہن کی وساطت سے اغوا میں کامیاب ہوا۔

سب سے پہلے مرزا قدیر کی شہادت ہوئی اور اس نے نہایت زور سے دوست کی تائید کی اسکے بعد اور شہادتیں ہوئیں اس قدر پکی کہ ملزموں کا وکیل منہ [illegible] دیکھتا رہ گیا۔

اسی طرح اس خاندان کی میں پہلی بیوی جس کی بدولت اسکا شوہر اس عدالت میں گرفتار ہوا قید میری نگابوں کر دیتی مشقت میرے ہاتھ پاؤں توڑتی اور رسوائی میرے خاندان کی آبرو ملیامیٹ کر دیتی لیکن یہ نہ ہوتا کہ ایک بیوی کی بدولت اس کا شوہر ایسی سخت سزا پاتا جس کو دیکھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اسوقت تک کی کارروائی جو کچھ ہوئی انجام کا حال اچھی طرح سنا رہی ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ فیصلہ ہم دونوں میاں بیوی میں فراق ابدی کر دے گا لیکن میرے آقا میں اسوقت اس سر کو قدموں پر رکھ کر دونو ہاتھ جوڑ کر اور ان قدمونکی بلائیں لیکر عرض کرتی ہوں کہ خدا کا واسطہ میرا قصور معاف کر دینا۔

فیصلہ کتنی ہی دور ہو مگر موت اب بالکل قریب ہے لیکن مجھ سے بڑھ کر نامراد مجھ سے زیادہ ناشاد مجھ سے بدتر بیوی مجھ سے ارذل عورت کون ہوگی اور ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے ایک بے قصور انسان کو یہ دن دیکھنا پڑا۔

شوہر کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی تاہم اس نے رکتے رکتے حشمت کا سر جھک کر اٹھایا اور سب کے سامنے اپنے سینہ سے لگا کر کہا:۔

جس صداقت اور خلوص کا ثبوت تم نے اس امتحان میں دیا وہ دنیا کی دوسری بیویوں کے واسطے ایک سبق ہے تم نے اس تکلیف اور اذیت میں کہ رہائی باسانی ممکن تھی اپنے آرام اور راحت کو میرے آرام پر قربان کیا حالانکہ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن میرے تعلقات جاری کی میں حق یہ ہے کہ اس موقع پر میں تمھارا شکریہ جس قدر ادا کروں تھوڑا ہے موت اگر اس قید میں نوشتۂ تقدیر ہے تو مضائقہ نہیں سہنے جو کچھ دیکھا وہ سچائی کے راستہ میں اسلئے ہم کو ہراساں نہ ہونا چاہیئے اور یقین کرنا چاہیئے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

قدیر اور اسکے حوالی موالی یہ منظر اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے حشمت کی التجا اور اسکا گڑگڑا

دوچار نے نہیں سینکڑوں آدمیوں نے سُنا اسکی تقریر اس قدر مؤثر تھی کہ بعض کے آنسو نکل پڑے
اور کئی ایک نے وہیں کھڑے کھڑے قدیر پر لعن طعن شروع کردی۔

یہ سب کچھ منظور تھا مگر اب بھی قدیر کے دل کی بھڑاس نہ نکلی تھی اور وہ مونچھوں پر تاؤ
دے دیکر باآواز بلند کہہ رہا تھا کہ دس برس سے کم نہ پھنچواؤنگا۔

صفائی کی شہادت میں گو تواں غریب نے اور نیز تھانہ دار کے عزیزوں نے جو کچھ امکان
میں تھا کوشش کی اور ہرچند زور لگایا مگر کجا مرزا قدیر شہر کا گز گلی گلی اور کوچہ کوچہ سے واقف
آدمی آدمی اور بچہ بچہ سے آشنا کجا یہ غریب پردیسی شہادت ناکافی ہوئی اور فیصلہ کی تاریخ مقرر ہوگئی
داروغہ جیل کی عنایت سے حشمت کو جیل خانہ میں قلم دوات میسر آئی اور اسوقت جو
آخری خط اس نے مسلمانوں کے نام لکھا اسکی ایک نقل یہ ہے۔

آج مسلمانوں میں مجھ جیسی سینکڑوں ہزاروں رانڈ عورتیں اپنے کلیجوں پر پتھر رکھّے زندہ موجود
میں یہ وہ عورتیں ہیں جن کا سہاگ اجڑ جانے کے بعد زندگی کی ہر خوشی اِن کے واسطے حرام
ہوئی۔ اور وہ صرف اِسلئے زندہ ہیں کہ جانوروں کی طرح اپنی زندگی ایک تنگ و تاریک گوشہ
میں بسر کردیں۔ یہانتک کہ موت انکو قبروں میں لیجا کر سلادے۔

یہ اُس قوم کی کیفیت ہے جسنے خاک عرب سے اُٹھنے والے ایک پیغمبر (صلعم) کی صدا پر لبیک
کہی اور یہ دعویٰ کیا کہ مسلمانوں سے زیادہ کسی مذہب نے دنیا میں عورت کی حمایت نہیں لی۔

اگر منھ پر آنکھیں موجود ہوں اور پہلو میں دل زندہ ہو تو مسلمان ذرا اِن بیوہ عورتوں
کی حالت زار دیکھیں جنکو مرد [illegible] کے مظالم نے دنیا کی ہر نعمت سے محروم کردیا وہ آنکھیں
جو ایک بیوہ عورت کو دیکھ [illegible] تی ہیں کہ رواج نے اسکو اس قدرتی انعام سے محروم
کردیا جو قدرت نے [illegible] ی تقسیم کیا پھوٹ جائیں اگر اسکی مصیبت پر دو آنسو بہائیں۔

وچار نے نہیں سینکڑوں آدمیوں نے سُنا اسکی تقریر اس قدر مُوثر تھی کہ بعض کے آنسو نکل پڑے
ور کئی ایک نے وہیں کھڑے کھڑے قدیر پر لعن طعن شروع کر دی۔

یہ سب کچھ منظور تھا مگر اب بھی قدیر کے دل کی بھڑاس نہ نکلی تھی اور وہ مونچھوں پر تاؤ
ے دیکر بآواز بلند کہہ رہا تھا کہ دس برس سے کم نہ بھجواؤنگا۔

صفائی کی شہادت میں کوتوال غریب نے اور نیز تھانہ دار کے عزیزوں نے جو کچھ امکان
ہں تھا کوشش کی اور ہرچند زور لگایا مگر کجا مرزا قدیر شہر کا گز گلی گلی اور کوچہ کوچہ سے واقف
دمی آدمی اور بچہ سے آشنا کجا یہ غریب پردیسی شہادت ناکافی ہوئی اور فیصلہ کی تاریخ مقرر ہوگئی

داروغہ جیل کی عنایت سے عشمت کو جیل خانہ میں قلم دوات میسر آئی اور اسوقت جو
آخری خط اس نے مسلمانوں کے نام لکھا اسکی ایک نقل یہ ہے۔

آج مسلمانوں میں مجھ جیسی سینکڑوں ہزاروں رانڈ عورتیں اپنے کلیجوں پر پتھر رکھے زندہ موجود
ہیں یہ وہ عورتیں ہیں جن کا سہاگ اجڑ جانے کے بعد زندگی کی ہر خوشی ان کے واسطے حرام
ہوئی۔ اور وہ صرف اسلئے زندہ ہیں کہ جانوروں کی طرح اپنی زندگی ایک تنگ و تاریک گوشہ
میں بسر کردیں۔ یہانتک کہ موت انکو قبروں میں لیجا کر سلادے۔

یہ اُس قوم کی کیفیت ہے جسنے خاک عرب سے اُٹھنے والے ایک پیغمبر (صلعم) کی صدا پر لبیک
کہی اور یہ دعویٰ کیا کہ مسلمانوں سے زیادہ کسی مذہب نے دنیا میں عورت کی حمایت نہیں لی۔

اگر منہ پر آنکھیں موجود ہوں اور پہلو میں دل زندہ ہو تو مسلمان ذرا ان بیوہ عورتوں
کی حالت زار دیکھیں جنکو مرد [illegible] کے مظالم نے دنیا کی ہر نعمت سے محروم کر دیا وہ آنکھیں
جو ایک بیوہ عورت کو دیکھ [illegible] نتی ہیں کہ رواج نے اسکو اس قدرتی انعام سے محروم
کر دیا جو قدرت نے [illegible] کی تقسیم کیا پھوٹ جائیں اگر اسکی مصیبت پر دو آنسو بہائیں۔

کیا رونے کا وقت نہیں، اور کیا مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنے آنسوؤں میں ہر اس شخص کو شریک کروں جو کلمۂ توحید کا پڑھنے والا ہے کہ کتنے بیاہے تو رہے بلکہ بند رہ تازہ ہوائیں کھائیں پھولوں کی خوشبو سونگھیں اور بیوہ صرف بیوہ ان نعمتوں سے اسلئے محروم ہو کہ خاندان کی آن اور مسلمانوں کی شان میں فرق آتا ہے

ہادیٔ برحق کو رسول اللہ سمجھنے والے مسلمان ذرا آنکھ ملا کر بات کریں اور ایمان سے کہیں کہ کیا جہالت کا زمانہ جب معصوم لڑکیوں کے گلے گھونٹ دئے جاتے تھے۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ بڑی ہو کر اور بیوہ بن کر ان مظالم سے دور رہتی تھیں۔

اسلئے کہ ایک بیوہ عورت خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے موافق نکاح ثانی کرتی ہے آج دنیا اسکی دشمن ہے دیکھنے کے قابل ہے یہ وقت کہ آدھی رات کو جیلخانہ کی دیواریں اسکو آغوش تر میں اور سرزمین مجلس اس کو گود میں لئے اسکی حالت کا مرثیہ پڑھ رہی ہیں حقیقی ماں جسنے نو مہینے پیٹ میں رکھا پالا پوسا خون جگر پلا کر اور منہ کا نوالہ کھلا کر جوان کیا آج اسکی جان کی دشمن ہے اور اور سگا باپ جسنے ہمیشہ کلیجہ کا ٹکڑا کہا اسوقت خون کا پیاسا ہے صرف اس لئے کہ وہ دوسرا نکاح کرتی ہے اور ان اختیارات سے کام لیتی ہے جو شرع اسلام نے اسکو عطا کئے۔

مسلمانوں! ایک بیوہ کی صدا ہوا میں گونجتی ہوئی تمھارے کان میں پہونچتی ہے یہ بے سود اور بے کار نہیں کچھ معنی رکھتی ہے جب کسی بیوہ عورت پر نظر پڑے اس درخواست کو تازہ کر لینا اور سمجھ لینا کہ قدرت کی وہ بدنصیب ہستی جو تمھارے مظالم سے کلیجہ مسوس کر رہ گئی اور آج تمھاری قید میں تمھارے بس میں اس جانور کی طرح دن پورے کر رہی ہے جو پنجرے میں سر ٹپک رہا ہے۔

بہنیں بیٹیاں بھاوجیں بہوئیں یہ وہ رانڈیں ہیں جنکے منہ پر اسلام نے حیا کی مہر لگا دی مگر ان کے کلیجے جہاں آرا چھوپی کی طرح آہوں کا دھواں نکال رہے ہیں اور آسکے گا ضرور

آئیگا وہ وقت جب یہ دھواں خدا کا غضب بنکر نازل ہوگا اور بتادیگا کہ یہ ہے وہ چنگاری جسنے جلیل القدر سلطنتوں کو تاراج و برباد اور بغداد جیسے شہر کو جلاکر خاک سیاہ کر دیا تھا۔

مسلمان بھائیوں بزرگوں اور بچوں اس بیوہ بدنصیب کا سلام قبول کرو جو آج باپ کے جھوٹے دعوی کی بدولت حوالات میں بیٹھی تم کو یہ پیام پہونچا رہی ہے اسکا پردہ ٹوٹا۔ اسکی عزت برباد ہوئی اس کی رسوائی گلی گلی کوچہ کوچہ ہوئی اور آج دنیا کے کروڑوں مسلمانوں میں ایک متنفس ایسا نہیں جسکی آواز اسکی حمایت میں اُٹھتی اور زبان سے کلمۂ حق نکالتی"

(۲۳)

مقدمہ سے ایک روز قبل جب وہ رات سر پر آتی ہے جسکی صبح اِدھر اِن دو میاں بیوی کی اور ادھر اُن دو میاں بیوی کی تمام توقعات کا فیصلہ کرے خوشی کے مارے فیروزہ اور قدیر دونوں کی باچھیں کھلی جاتی تھیں سزا کا یقین ان ہی دونوں کو اور انکی جماعت کو کیا ہر شخص کو تھا صبح کے وقت بجائے دس بجے کے آٹھ ہی بجے سے قدیر اور اسکے احباب کچہری پہونچ گئے عجیب چہل پہل تھی بیسیوں آدمی صرف مقدمہ کا نتیجہ دیکھنے کے واسطے آگئے تھے دس بجے کے قریب جب ملزم عدالت میں آئے تو قدیر نے آگے بڑھکر حشمت سے کہا:۔

تونے دیکھا کہ شریف لڑکیاں اپنی خوشی سے جو کچھ کرتی ہیں اور بزرگوں کی صلاح نہیں لیتیں اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ آج وہ وقت ہے کہ تو ایک مدت کے واسطے جیل خانہ کی سزا بھگتنے کے لئے ہم سے جدا ہوتی ہے یہ سب تیرے اپنے اعمال کی سزا ہے اور تو اسکی سزاوار ہے کہ جیل خانہ میں سڑتی ہوئی مرجا۔

اس کا جواب حشمت نے کچھ نہ دیا لیکن اسکا شوہر مسکرایا اور کہا جس عدالت کا فیصلہ ہماری سزا ہوگی یہ حقیقۃً نہ تھا عدالت ایک اور حاکم کی ہے جہاں ہم اور آپ دونو دیر سویر

حاضر ہونے والے ہیں ہماری قید سے اور آپ کے آزادی کے دن بسر ہوجائیں گے اور بہت جلد موت ہم چاروں کی قید اور آزادی ختم کردیگی لیکن جب وہ وقت آئے گا، اور حقیقی فیصلہ ہوگا اُسوقت کا نتیجہ ختم ہونے والا نہیں ہمیشہ رہنے والا ہے۔

جس طرح آپ اس فانی فیصلہ کے منتظر ہیں۔ اسی طرح ہم اُس حقیقی فیصلہ کے جو ایسی قوت کا ہوگا جسکے روبرو دنیا کی ہر طاقت سرنگون ہے۔

قدیر اس جواب کو سن کر مسکرایا دوستوں نے قہقہے لگائے اور کمرۂ عدالت سے ملزموں کی طلبی ہوئی۔

گیارہ بجے تھے کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کہ یہ الفاظ بجتہ دیواروں نے اپنی گود میں لئے "مسماۃ حشمت جہاں تین سال اور ہارون کو سات سال قید سخت کی سزا دیجاتی ہے" قدیر کھلکھلاتا ہوا باہر نکلا۔ دوستوں میں مبارک سلامت کی دہوم ہوئی اور دونوں ملزم مجرم کی حیثیت سے بھیجدئے گئے۔

یوں تو بہت سے آدمی تھے جنپر اس واقعہ کا اثر خاص طور پر ہوا لیکن کوتوال صاحب نے یہ دو کام کئے ایک حشمت کا پیام شایع کردیا دوسرے اسکا مرافعہ دائر کردیا۔

(۲۴)

شاید اس سے زیادہ بیحیائی کا منظر انسانی آنکھیں مشکل سے دیکھیں گی کہ بیٹی کو جیل خانہ پہونچا کر باپ نے ایک جشن منایا دوستوں کی دعوتیں ہوئیں کھانے کھلائے مٹھائیاں اُڑیں ناچ رنگ ہوئے مگر جس طرح زندگی کی تمام خوشیاں اور آرام کا اثر بتدریج فنا ہوتا ہے چند روز بعد قدیر کی خوشی اور حشمت کا رنج کم ہونا شروع ہوگیا۔

دو مہینے سے زیادہ ہوگئے کہ حشمت اور اسکا میاں دونو قید کی سخت مصیبتیں

سے حکم ہے ہیں تیسرے مہینہ کے
نہ کے نام پھونچا کہ تیرہ تاریخ کو حشمت جہاں برقع اوڑھا رے مری جائے۔
سکم پھونچا کہ وہ خود اور مدعی شوہر دونوں حاضر ہوں اسکے ساتھ ہی ہارون بھی
یا۔ اس حکم نے تمام شہر میں کھلبلی مچادی قدیر اور اسکی جماعت سب حیران تھے کہ
ت اپیل میں یہ نئی کارروائی کیسی مثل پر فیصلہ ہونا چاہئے۔ وکلا نے بھی ان احکام کو
ب سے شناہ

فیصلہ کے روز ایک جم غفیر مسلمانوں کا عدالت میں تماشہ دیکھنے آیا جب پانچوں آدمی
میں ہو گئے تو جج نے کہا مثل سے معلوم ہوتا ہے کہ حشمت جہاں ہمیشہ ڈولی اور برقعہ
حاضر ہوئی اسلئے یہ ظاہر ہے کہ اس کا چہرہ عدالت میں کسی غیر مرد نے نہیں دیکھا وہ بہ
رتی ہے کہ میں نے اس شخص کی جو شوہر بتایا جاتا ہے اس سے پہلے کبھی صورت نہیں
دیکھی یہ تین برقع پوش عورتیں اور موجود ہیں اور یہ ایک قسم کا ایک جوڑہ ہے جو یہ تینوں پہنے
ہوئے ہیں حکم دیا جاتا ہے کہ حشمت جہاں یہ جوڑا پہن کر پشت کے کمرہ میں حاضر ہو اور
ت کرے

دیر اور مدعی تینوں کے ہوش اُ ... ہر نے آج تک حشمت جہاں
ت نہ دیکھی تھی جب چاروں عورتیں جمع ... ج صاحب فرضی شوہر کو سے کر

... وں پر نظر ڈالی مگر چونکہ ... واقف نہ تھا بغلیں جھانکنے
لے زیادہ زور دیا تو قدموا ... در کہا:۔

ملہ طے ہوگیا دونوں ملزم رہا کیے گئے اور عدالت نے حکم دیا
ہار پر مقدمہ چلایا جائے۔
اسوقت حشمت جہاں جج صاحب کے قدموں میں گری اور عرض کیا کہ
رت کے واسطے اسکا خود قید ہو جانا خواہ وہ کتنی ہی بے گناہ ہو اس سے بہت
اد جہ سے اسکا باپ جیل خانہ جائے۔
آسمان پھٹ پڑے اور میں مرجاؤں زمین شق ہو اور میں سما جاؤں اس
سے باپ کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔
احب! جہاں اتنا کرم کیا کہ فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوا
دیجئے کہ میرے ابا جان کو اس مصیبت سے رہائی دلوائیے۔ جج صا
جہاں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کچھ شک نہیں کہ ایک نیک بیٹی کا کام
یا تو وہ بے مثل لڑکی ہے جس پر تیری قوم ہمیشہ فخر کرے گی
دونوں کو چھوڑتا ہوں۔
حشمت جہاں باپ کے قدموں میں گری اور کہا: میرے
ہاتھ اس شوہر کے ہاتھ میں دیدیجئے۔ قدیر کی آنکھ سے زار و قطار
ش کی کہ حشمت گھر چلے مگر حشمت نے کہا: "آیا جان اب یہ منہ
نہیں" ایک دفعہ حشمت اور باپ کے قدموں میں گری اور
کہہ کر شوہر کے ساتھ روانہ ہو گئی